ماہنامہ
مجلہ الحقیقہ
(پاکستان)

درسِ قرآن

درسِ حدیث

اپریل 2003ء

اتحادِ ملت کی ضرورت وصورت

توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات

سفر عشق رسول ﷺ

نبوت کے عقلی دلائل

لفظ داتا کا مجازی استعمال

بہشتی دروازہ

حضرت علامہ اقبال کی چار ایمان افروز کہانیاں

جل شانہٗ
اللہ ھو

خالق کون و مکاں، اللہ ھو، اللہ ھو
مالک ہر دو جہاں، اللہ ھو، اللہ ھو
اس کی قدرت ہی سے جو ممکن ہوا ممکن ہوا
سب کا موجدِ بے گماں، اللہ ھو، اللہ ھو
اپنے بیگانوں کا رازق، مومن و کافر کا رب
جس کی رحمت بیکراں ، اللہ ھو، اللہ ھو
ہر سخن جس کا بیاں ہے، ہر خبر جس کی خبر
ہر نشاں جس کا نشاں، اللہ ھو، اللہ ھو
ہر خفی جس سے خفی ہے، ہر جلی جس سے جلی
سِرِّ پنہاں و عیاں اللہ ھو، اللہ ھو
جس سے "جاں" ہے قبلہ کروبیاں وہ قربِ حق
جس سے دل عرش آستاں اللہ ھو، اللہ ھو
نالہء مرغ چمن یاحیّی یاقیوم ہے
نغمہء آبِ رواں اللہ ھو، اللہ ھو
سب سے بڑھ کر مہرباں ہیں رحمۃ للعٰلمین ﷺ
ان سے بھی ہے مہرباں اللہ ھو ، اللہ ھو
نقشِ لاثانی کی آسی پر بھی ہے نظر کرم
کیوں نہ ہو وردِ زباں اللہ ھو ، اللہ ھو

ﷺ
سرکار

لالہ و گل کی مہک میں کون ہے؟ سرکار ہیں
غنچہء تر کی چٹک میں کون ہے؟ سرکار ہیں
مہر کس کا جلوہء رخسار ہے؟ سرکار کا
چاند تاروں کی چمک میں کون ہے؟ سرکار ہیں
طائرانِ قدس کی رنگیں بیانی، واہ وا
جلوہ گر ان کی چہک میں کون ہے سرکار ہیں
زندگی کی نبض چلتی ہے انہی کے فیض سے
قلبِ عاشق کی دھڑک میں کون ہے؟ سرکار ہیں
ان کے جلوے سے بنا ہے یہ جہان آب و رنگ
ابرِ باراں میں، دھنک میں کون ہے؟ سرکار ہیں
نور سے ان کے ہے روشن، ہے اگر روشن ضمیر
گوہرِ جاں کی دمک میں کون ہے؟ سرکار ہیں
کس کی نسبت سے یہ انساں اشرف المخلوق ہے
اورنہاں حسنِ ملک میں کون ہے؟ سرکار ہیں
یاد کس کی صورت ابرِ بہاری بن گئی
آنسوؤں کی اس چھلک میں کون ہے؟ سرکار ہیں
درد دل کس نے دیا آسی، نگاہِ شیخ نے
دَردِ دِل کی اس کسک میں کون ہے؟ سرکار ہیں

پروفیسر محمد حسین آسی

يا ايها النبى جاهد الكفار والمنافقين واغلظ عليهم
اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو (التوبہ ۔ ۷۳)

ماہنامہ مجلہ الحقیقہ (پاکستان)

صفر ۱۴۲۴ھ اپریل 2003ء — جلد نمبر 3 — شمارہ نمبر 7

زیر سرپرستی
مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی

فہرست

رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکر گڑھ

زر تعاون

پاکستان (فی پرچہ) 10 روپے سالانہ بذریعہ ڈاک -/124 روپے

	فی پرچہ	سالانہ چندہ
یورپ	1 پونڈ	10 پونڈ
یو ایس اے	1.5 ڈالر	15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	30 ریال

پبلشر: پروفیسر محمد حسین آسی نے احمد دین پرنٹرز داتا مارکیٹ لاہور سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلۃ الحقیقہ نقش لاثانی نگر، شکر گڑھ فون نمبر: 451734 (نارووال) سے شائع کیا

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس-۶۲

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمۃ الحقیقۃ

اداریہ

سرپرست اعلیٰ کے قلم سے

تقدیر امم

آج مارچ کی ۲۵ تاریخ ہے۔ابھی ابھی ریڈیو پر صبح ۶ بجے خبریں نشر ہوئی ہیں۔بغداد پر آج بھی شدید بمباری ہوئی ہے۔عرب لیگ کا فیصلہ بھی سنایا گیا ہے یعنی ایسے کسی اتحاد کا ساتھ نہ دیا جائے جس سے عراق کو نقصان پہنچے۔یعنی عراق کو بچانے کی کوشش تو خارجِ از بحث ہے، ہاں زیادہ سے زیادہ تگ ودو کی انتہا یہ قرار پائی ہے کہ اس کے دشمنوں کے ساتھ تعاون نہ کیا جائے۔یہ الگ بات ہے کہ دشمنوں کو 'مردوں' کے تعاون کی ضرورت ہی نہ ہو جیسا کہ انھوں نے ترکی کی فوج کا تعاون بھی قبول نہیں کیا۔حیرت ومسرت کی بات ہے کہ صدام حسین ابھی ڈٹا ہوا ہے اور اس کی فوج نے مزاحمت کا بہت حد تک حق ادا کر دیا ہے۔چھ دن کی شدید یلغار کے بعد اور تقریباً ایک ہفتے کے یک طرفہ جھوٹے پروپیگنڈے کے برعکس اتحادی فوجیں عراق کے کسی قابل ذکر قصبے پر قابض نہیں ہو سکیں۔مخالفین کی پھیلائی ہوئی خبروں کا تضاد کھل رہا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے 'امریکی شیطان' کے خواب پریشان ہو رہے ہیں۔بش اور ٹونی بلیئر کا لہجہ بھی کچھ بدلہ ہوا ہے۔

کتنی شرمناک بات ہے کہ انسانیت کی اس تباہی پر پہلے واویلا خود غیر مسلموں نے مچایا اور انھوں نے بش کو سمجھایا بھی، پھر مخالفت بھی کی مگر مسلمان ممالک سوائے ملائیشیا کسی کا بھی بیان اور موقف جاندار نہیں تھا۔وطن عزیز کے ناخداؤں کا رویہ بھی لائق تحسین نہیں رہا۔یہاں حکومت ہی گومگو کا شکار نہیں رہی ایک طویل مدت تک حزب اختلاف پر بھی مردنی چھائی رہی، ایک دن نوائے وقت کے اداریے نے حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی خاموشی اور بے حسی کا تذکرہ کیا اور کہا شاید دونوں فریق اندر ہی اندر عدم احتجاج پر متفق ہو گئے ہیں تو دونوں طرف سے کچھ حرکت ہوئی، وزیر داخلہ نے فرمایا کہ ہم نے جلسہ جلوس پر کوئی پابندی نہیں لگائی اور حزب اختلاف نے (شاید بدنامی کے ڈر سے) جلوس کا اشتہار دے دیا۔الحمدللہ اب خوب گہما گہمی ہے۔

کاش ہمارے صدر صاحب قوم میں 'ملت واحدہ' کا تصور اجاگر کرتے اور حزب اختلاف اپنے تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اس آواز میں قوت بھرتی۔دورِ حاضر کا ہم جیسا سیدھا سادہ آدمی بھی اس حقیقت کو سمجھ گیا ہے کہ بش سب سے بڑا اسلام دشمن ہے اور بدترین دہشت گرد ہے اور وہ صلیبی جنگوں کی ذہنی فضا کے ساتھ میدان میں کودا ہے۔تو کیا اس کھلی حقیقت کو مشرف صاحب نہیں سمجھتے؟ یقیناً سمجھتے ہیں تو پھر انھیں 'سمجھ' کا ثبوت دینا چاہیے۔'کبوتر' اگر بلی کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ہی بند کر لے تو اس مسئلے کا حل نہیں نکلتا۔افغانستان کے بارے میں آنجناب نے اپنی پالیسی بدلی اور پاکستان کو بظاہر بچا لیا مگر غور کیجیے، خود کو پھنسا لیا، اب عراق کا مسئلہ آیا ہے تو حزب اختلاف کو چھوڑیئے، عام پاکستانی بھی اس تاثر کا شکار ہو جائے کہ ہماری حکومت امریکہ کی تابع مہمل ہے تو ملک و

قوم کیلئے یہ نیک شگون نہیں۔ کاش مفکر ملت کے اس نقطہ نظر کو اپنایا جائے بلکہ ساری ملت اس کی عملی تفسیر بن جائے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

اور اس اخوت کو دوبارہ زندہ کیا جائے جو قرآن پاک سے منصوص ہے، یعنی حضرت مولانا ظفر علی خاں مرحوم کے الفاظ میں

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں
تو دہلی کا ہر اک پیر و جوان بیتاب ہو جائے

کاش پوری قوم کو سرکاری سطح پر جھنجھوڑا جاتا، حکومت فوجی، تعلیمی اور دوسرے سرکاری اداروں میں اس نقطہ نظر کو پروان چڑھاتی اور علماء و مشائخ اس نہج پر قوم کو بیدار کرنے میں ممد ہوتے، اس میں حزب اقتدار کو بھی دلچسپی ہوتی اور حزب اختلاف کو بھی۔ مگر ایسا نہ ہو سکا اور افسوس مستقبل قریب میں اس کی کوئی صورت بھی نظر نہیں آتی۔

کتنی شرمناک بات ہے کہ ایک چھوٹے سے ملک کو غیر مسلح کرنے پر تقریباً ساری دنیا ہم آواز ہے، اختلاف اس میں پیدا ہوا کہ امریکہ اور اس کے بے ضمیر حواریوں نے کہا، عراق غیر مسلح نہیں ہو رہا، اور دوسروں نے کہا 'ہو رہا ہے' اور غیر مسلح کیوں کرتا ہے اس لئے کہ دنیا کا سب سے بڑا مسلح دہشت گرد جسے کسی کی شرم نہیں، جس کے نزدیک سلامتی کونسل کی کوئی حیثیت نہیں اور جس کی فرعونیت کے سامنے انجمن اقوام متحدہ بے بس ہے حملہ کردے تو کوئی مزاحمت نہ ہو ایسا شخص جو کروڑوں انسانوں کے احتجاج کی پرواہ نہیں کرتا، اس کو سرچڑھایا جا رہا ہے اور دو چند مسلح ملکوں کو لے کر پھر اس غیر مسلح پر چڑھ دوڑا ہے۔ مظلوم و مقہور عراق جس پر یہ حملہ ہوا ہے وہ مسلمانوں کا ایک مقدس ملک ہے، اس میں انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے رہے ہیں۔ یہیں خلیفہ چہارم اخوالرسول وزوج البتول خیبر شکن و مرحب فگن اسد اللہ الغالب سیدنا علی بن ابی طالب سلام اللہ علیٰ نبینا وعلیٰ اھل بیتہ اجمعین کا نجف اشرف ہے، اسی میں گلشن رسالت کے پھول، راکب دوش رسول، جگر گوشۂ حضرت بتول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا ہے، اسی میں غوث الاغیاث قطب الاقطاب فرد الافراد اور سید الاسیاد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا اور امام الائمہ، سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا بغداد ہے نیز دیگر ہزاروں اولیاء اصفیاء کے مزارات ہیں۔ یقیناً شیاطین عصر حاضر عراق میں، ریہرسل کر رہے ہیں، ان کا اصل ہدف یا منزل مقصود عراق نہیں بلکہ حرمین شریفین ہیں، ہم اگر افغانستان عراق، یا پاکستان کو الگ الگ پٹواتے رہیں تو حرمین شریفین کی حفاظت کی کیا صورت ہوگی، لہٰذا ملت اسلامیہ کو جلد از جلد سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانا چاہئے اور ایمان واخلاص سے مسلح ہو کر دشمن کے مکروہ عزائم کو خاک میں ملانے کا عزم صمیم کر لینا چاہئے۔

ہمیں اس بات پہ بھی افسوس ہے کہ ملت کے نوجوانوں کو دین کا سپاہی بنانے کے برعکس آوارگی، عیاشی و فحاشی کا دلدادہ بنایا جا رہا ہے، جذبہء جہاد سے سرشار کرنے کے بجائے دنیائے رنگ و بو کا پرستار بنایا جا رہا ہے۔ ستاروں پر کمندیں ڈالنے والی قوم فلمی ستاروں پر کمندیں ڈال رہی ہے اور اسے عشق خدا ورسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محروم کر کے عشق بتاں سے مخمور کیا جا رہا ہے، ایسی قوم حرم کی حفاظت کیونکر کرے گی۔ سچ فرمایا تھا حکیم الامت نے۔

میں تم کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر وسناں اول، طاؤس ورباب آخر

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆

پروفیسر محمد حسین آسی

اتحادِ ملت

کی ضرورت و صورت (۴)

دیکھا آپ نے حضور پرنور ﷺ کے بارے میں جدید ’’مفکرین‘‘ نے اپنے زیر تربیت افراد کو کیا عقیدہ ذہن نشین کرایا اور منصب رسالت کے بارے میں کیا تصور دیا، ذرا سوچئے فضائل کے اقرار سے کسی کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے یا انکار سے۔ عام سطح پر آجایئے کسی کے عالم ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ محبت پیدا ہوگی، یا بے علم ہونے کی بناپر، کسی کے محسن و کریم اور چارہ ساز ہونے کی بناپر کسی کا اس سے تعلق خاطر ہوگا یا محسن و کریم اور چارہ ساز نہ ہونے کی بناپر، کسی کا حسین و جمیل ہونا، دلکشی کا باعث ہوتا ہے یا حسن و جمال سے محروم ہونا محبت کا سبب بنتا ہے۔ ٹھنڈے دل سے غور کیجئے اور یہ بھی سوچئے اگر کسی نظریئے کے بانی سے ہی محبت نہیں ہوگی تو نظریئے سے کیونکر ہوسکتی ہے، سو اگر بانی اسلام سے محبت نہیں ہوگی تو اسلام سے محبت کیونکر متصور ہوسکتی ہے اور اس کیلئے قربان ہونے کا جذبہ کیونکر پیدا ہوسکتا ہے۔ اگر قرآن لانے والے سے رابطہ نہیں ہوگا تو قرآن کی سمجھ کیسے آسکتی ہے اور اس سے روشنی کیونکر حاصل ہوسکتی ہے، اور تو اور اگر خدا کا تعارف کرانے والے کی چاہت پیدا نہ ہو تو خدا سے محبت کا تعلق کیونکر پیدا ہوگا۔ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں مگر یہ قرآنی حقیقت دل میں جاگزیں کب ہوگی؟ جب مسلمان بنانے والے آقا و مولا ﷺ سے رشتہ محبت مضبوط ہوگا۔ اگر امت کے والی ﷺ سے ہی والہانہ محبت نہیں تو آپس میں بھائی چارے کی فضا کیونکر مضبوط ہوگی۔ گویا ملت میں اخوت و محبت کا جذبہ پیدا کرنا ہو، اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے راہ ہموار کرنے کا عزم ہو، قرآن حکیم کی روح سے آشنا ہونے کا سوال ہو، قرب خداوندی اور عرفان خداوندی، جو اصل مقصود حیات ہے کی تمنا ہو تو کیا حضور پرنور ﷺ کی محبت کے بغیر ممکن ہے، ہرگز نہیں نماز پڑھنے والے تو پڑھتے ہی ہیں مگر کیا ہر نماز مقبول ہے، نہیں بلکہ قرآن پاک کے نزدیک کچھ نماز پڑھنے والے کامیاب مومن ہیں اور بعض نمازیوں کیلئے ویل یعنی دوزخ یا ہلاکت ہے (الماعون......۴ تا ۷) آخر کیوں؟ قرآن پاک کے نزدیک نماز میں خشوع کرنے والے ہی کامیاب ہیں

قد افلح المو منون O الذین هم فی صلا تهم خاشعون O (المومنون......۱،۲)

ترجمہ: بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں (گڑگڑاتے ہیں یا فروتنی کرتے ہیں)

اب دیکھئے نماز میں خشوع کیسے پیدا ہوتا ہے مقدمہ دلائل الخیرات کی ایک حدیث پیش خدمت ہے۔ حضور ﷺ سے چند سوالات ہوئے اور حضور ﷺ نے ان کے جوابات ارشاد فرمائے آسانی سے سمجھنے کیلئے ہم اس حدیث کا ابتدائی حصہ سوال و جواب کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔

☆...... **قیل لرسول الله ﷺ نر ی مو منا ًیخشع مُو مناً لا یخشع ما السبب فی ذا لک‘**

حضور ﷺ سے عرض کیا گیا ’ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مومن خشوع کرتا ہے اور ایک مومن خشوع نہیں کرتا، اس کا کیا سبب ہے۔

☆...... **فقا ل من وجد لا یمانہٖ حلا و ۃ خشع و من لم یجد ها لم یخشع“**

تو فرمایا جس نے اپنے ایمان سے حلاوت پائی اس نے خشوع کیا اور جس نے حلاوت نہ پائی، اس نے خشوع نہیں کیا۔

☆...... فقیل بم تو جد او بم تنال و تکسب"

سوعرض کیا گیا...... 'خشوع کیونکر پایا جا سکتا ہے یا اس تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے یا اسے کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

☆......قال بصدق الحب فی الله

ارشاد ہوا......'اللہ کے ساتھ سچی محبت سے'

☆...... فقیل وبم یو جد حب الله اوبم یکتسبُ

سوعرض کیا گیا...... ''اور اللہ کی محبت کیسے پائی جا سکتی ہے یا کیونکر حاصل کی جا سکتی ہے۔

☆...... فقال بحب رسولہٖ فا لتمسوا رضا ء الله و رضآ ءَ رسولہٖ فی حُبہما

تو ارشاد ہوا...... ''اس کے رسول کی محبت سے پس اللہ کی رضا اور اس کے رسول کی رضا ان دونوں کی محبت میں تلاش کرو'

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ کی محبت ہے جو تمام ایمانی درجات اور اعمال صالحہ کی بنیاد ہے، اسی سے اللہ کی محبت اور رضا ملتی ہے، ایمان میں حلاوت پیدا ہوتی ہے اور نماز میں خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہے، گویا ایمان اور اسلام کا سارا ڈھانچہ جس بنیاد پر کھڑا ہے وہ جذبہ عشق رسول ﷺ ہی ہے، آیئے اس روایت کی روشنی میں قرآن پاک کے ایک جملے کو سمجھنے کی کوشش کریں

" والذین امنو اشد حبا لله"(البقرۃ......۱۶۵)

ترجمہ: اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں،

اس میں کیا شک ہے کہ مومن نہ اللہ کے برابر کسی کو سمجھتا ہے اور نہ اس کے برابر کسی کی محبت دل میں رکھتا ہے۔ مگر یہ ایمان اور یہ فہم اس کو در رسول سے ہی تو ملتا ہے اس لئے جتنا ایمان اس کا رسول ﷺ پر ہو گا، اسی حساب سے اللہ تعالیٰ پر ہو گا، اور جتنی محبت اللہ کے رسول سے ہو گی، اسی حساب سے محبت اللہ تعالیٰ سے ہو گی۔ اگر خدانخواستہ سب مخلوق میں سب سے زیادہ حضور اکرم ﷺ سے نہیں ہو گی، تو اللہ تعالیٰ کی محبت میں بھی شدت نہیں آ سکے گی، بلکہ جس طرح حضور اکرم ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، یونہی حضور اکرم ﷺ کی محبت اللہ کی محبت ہے۔ ممکن ہے یار لوگ جنھیں جس حدیث کا انکار مطلوب ہوتا ہے، راویوں کا پوسٹ مارٹم شروع کر دیتے ہیں اور کھینچ تان کر کسی ایک محدث کی کوئی انفرادی رائے بھی کسی حدیث کے کسی راوی کے خلاف ہو تو ضعیف، ضعیف، کا شور مچا دیتے ہیں۔ آیئے صحاح ستہ بلکہ شیخین کی روایات دیکھ لیں جن میں ایمان اور محبت رسول ﷺ کا تعلق بتایا گیا ہے بطور نمونہ ہم یہاں صرف ایک روایت درج کرتے ہیں۔

" عن انسٍ قا ل قال رسول الله ﷺ لا یو من احد کم حتیٰ اکون احب الیہ من وا لدہٖ وولدہٖ و الناس اجمعین" (بخاری، مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا 'تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا، جب تک میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

گویا مومن ہونے کیلئے حضور ﷺ کی محبت ضروری ہے اور وہ بھی یوں نہیں تھوڑی بہت محبت سے بھی کام نکل جائے بلکہ ایسی محبت ضروری ہے جو سب سے زیادہ ہے۔ یعنی اگر کسی کو حضور ﷺ کی نسبت اپنے والدین سے زیادہ پیار ہو تو وہ مومن نہیں، ایک والدین ہی کیا دنیا میں کوئی شخص بھی اگر اسے محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء سے زیادہ محبوب ہے تو حدیث پاک کا فتویٰ یہی ہے کہ

" لا یو من .... وہ مومن نہیں

یہی وجہ ہے کہ اللہ نے محبت کے جتنے بھی اسباب پیدا فرمائے وہ سب کے سب اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمائے، اور وہ بھی علی وجہ الکمال یعنی کامل

طور پر اور سب سے زیادہ مثلاً بقول حضرت علامہ الیاس برنی علیہ الرحمہ ان سب اسباب محبت کا خلاصہ بیان کیا جائے یہ تین ہیں،

۱.........جود ونوال (سخاوت، مشکل کشائی، حاجت روائی وغیرہ

۲.........حسن وجمال

۳.........فضل وکمال

اللہ کریم نے اپنے حبیب کریم کو ان تینوں اوصاف میں تمام اولین وآخرین میں سے کسی کو بھی حضور پرنور ﷺ سے زیادہ تو ایک طرف برابر بھی نہیں رکھا۔ اور برابر تو کیا کسی کو کسی وصف میں حضور ﷺ سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ حضرت قدسی علیہ الرحمہ نے خوب عرض کیا۔

؎ نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را

بہتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ، بنی نوع انسان کو آپ کی ذات پاک سے کوئی نسبت نہیں، آپ کی عالی نسبی (اور عالی مقامی) کے کیا کہنے کہ آپ آدم وعالم سے بہتر و برتر ہیں۔

جناب قدسی علیہ الرحمہ تو محض اپنے عقیدہ وایمان کی بنیاد پر یہ بات کہہ رہے ہیں، جن مقدس بزرگوں کو حضور پرنور ﷺ کی زیارت کا شرف ملا تو ان کا انداز اور بھی والہانہ ہے، مثلاً سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان کتنا ایمان افروز اور دلکش ہے۔

" ما رایت اشجع ولا انجد ولا اجود ولا ارضی ولا افضل من رسول اللہ ﷺ (شمائل ترمذی)

ترجمہ: میں نے رسول کریم ﷺ سے زیادہ نہ کوئی شجاع دیکھا ہے نہ بہادر دیکھا ہے، نہ سخی دیکھا ہے اور نہ جلدی راضی ہونے والا اور نہ کسی کو کسی صفت میں حضور ﷺ سے برتر دیکھا،

مختصر یہ کہ محبوب اکرم ﷺ کی محبت ہی ایمان وعرفان اور زہد وتقویٰ کی اصل بنیاد ہے ہاں ہاں، یہی بقائے ملت ہے اور یہی بقائے ملت کا ذریعہ ہے۔ کتنی تکلیف دہ بات ہے کہ جس محبوب اعظم واکرم ﷺ کی محبت ہی اسلام کے ساری اعتقادی اور عملی ڈھانچے کی بنیاد تھی، اسی کو اکھاڑنے اور بیچ سے نکالنے کی ناپاک کوششیں شروع کر دیں گئیں اور شیطانوں کا مکروفریب دیکھئے اسی ملعون کوشش کو جو دراصل کفر کی بنیاد ہے معاذ اللہ توحید کے نام سے پیش کیا گیا چنانچہ جب یہ دیکھا گیا کہ مسلمانوں کے ذہن میں یہ تصور جم گیا ہے کہ حضور ﷺ کائنات کے محسن اعظم ہیں، دنیا بھر کی بگڑی بنانے آئے ہیں۔ جن کا کوئی سہارا نہیں ہوتا، ان کا وہی سہارا ہیں، یہاں بھی وہ غلاموں کے کام آتے ہیں اور اللہ کے فضل وکرم سے بیماروں کی شفاء، دکھوں سے نجات، مرادوں کا بھر آنا، ٹوٹے دلوں کا سکون، روحوں کی شگفتگی بلکہ پاکیزگی، قید غم سے رہائی، شکست کا فتح میں تبدیل ہو جانا انہیں کی برکات میں سے ہے اور آخرت میں بھی مغفرت اور جنت کا حصول انہیں کی شفاعت سے ہوگا۔ بالیقین دوجہاں کی ہر نعمت اور دولت کا ذریعہ آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہے تو ظالموں نے اسی تصور کو دلوں سے کھرچنا شروع کر دیا اور وہ بھی توحید کے ریگ مال سے مذہبی گویوں نے بھدی سروں سے یہ گیت الاپنا شروع کیا "نہیں، نہیں وہ کسی کی بگڑی نہیں بنا سکتے، وہ کسی کے کام نہیں آسکتے، وہ اپنی بیٹی تک سے عذاب دور نہیں کر سکتے، انہیں کسی قسم کا اختیار نہیں، وہ کسی کی فریاد نہیں سنتے، انہیں دیوار کے پیچھے کا علم نہیں معاذ اللہ عذاب دور نہیں کر سکتے، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اور ان کے نزدیک یہ سب کچھ توحید ہی کے مختلف عنوان ہیں۔ گویا ان کے خیال میں جب حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے تھے، اس وقت ہر وقت حضور ﷺ کے نام کی دہائی دی جاتی تھی، ابوجہل اور ابولہب جیسے لوگ آپ کو فریاد رس، دانائے غیوب اور مشکلکشا وحاجت روا سمجھا کرتے تھے، ندائے غائبانہ عام تھی، میلاد شریف اور گیارھویں شریف کا خوب چرچا تھا تو اللہ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو بھیجا کہ جاؤ اور لوگوں کو بتاؤ کہ یہ سب شرک کی باتیں ہیں۔ پھر ان کے نزدیک حضور ﷺ تشریف لے آئے تو آپ نے ان تمام رسوم پر پابندی لگا دی اور ان عقائد کو جو حضور ﷺ

کے اختیارات اور تصرفات کے بارے میں تھے شرکیہ قرار دے دیا۔ چنانچہ ان کے خیال میں حضور ﷺ کے بارے میں سارے عقائد ونظریات دب گئے۔ مگر ادھر حضور پاک ﷺ کا وصال ہوا ادھر امت شرک میں گرفتار ہوگئی اور منکرین کے خیال میں پھر وہی عقائد اور رسمیں شروع ہوگئیں۔ حتیٰ کہ کئی صدیوں تک یہی صورت حال رہی حتیٰ کہ کہیں دور جا کر نجد میں محمد بن عبدالوہاب اور دہلی میں اسمٰعیل نے پیدا ہو کر اس دین کو سمجھا جسے امت میں کوئی آج تک نہیں سمجھ سکا تھا۔

یہ ہے ملت کے ان داخلی دشمنوں کا فکری حدود اربعہ۔ کتنا ظلم ہے، جس محبوب اکرم کے بارے میں فرمایا گیا

وما ارسلنک الا رحمة اللعلمين (الانبیاء ۱۰۷) اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے (کنزالایمان)

کیا غضب ہے جو سب عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ ان کے بارے میں یہ ہرزہ سرائی کی جائے کہ وہ کسی سے زحمت دور نہیں کر سکتے (حتیٰ کہ ایمان واسلام کے تعارف کے سوا، ان کے گھر والوں کو بھی ان سے کوئی فائدہ نہیں اور کسی کے دکھ سکھ سے انہیں کوئی واسطہ نہیں،) کوئی ان سے پوچھے کہ اگر فی الواقع وہ کسی کے کام نہیں آتے اور کسی کی بگڑی سنوار نہیں سکتے تو آخر رحمۃ للعلمین کا کیا مفہوم ہے یا یہ بتاؤ اس آیت کریمہ پر تمھارا ایمان بھی ہے کہ نہیں

اسی طرح سوچئے قرآن پاک نے جس محبوب ﷺ کے علم وفضل کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہو

وعلمک مالم تکن تعلم ط وکان فضل الله عظيماً O(النساء ۱۱۳)

ترجمہ: اور تمھیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ (کنزالایمان)

کتنا واضح ارشاد ہے، جس کے علم ہمہ اشیا یہ عالم ہے کہ علم دینے والا اللہ اعلان فرماتا ہے کہ جو چیز محبوب کے علم میں نہیں تھی، ہم نے دے دی اور محبوب ﷺ نے سب کچھ جان لیا۔ پھر ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ اس محبوب پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔ دیکھا آپ نے قرآن کیا گواہی دے رہا ہے اور اس کے برعکس دشمنان تیرہ باطن کا کیا انداز فکر ہے۔ اپنے اللہ سے ایسا وسیع علم سیکھنے والا محبوب ﷺ خود فرما رہا ہے اور قرآنی اعلان کی تصدیق کر رہا ہے۔

فعلمت ما فی السمٰوٰت و الارض (دارمی۔مشکوۃ)

ترجمہ:۔ میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے۔

کیا یہ ما فی السمٰوٰت و الارض (جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمینوں میں ہے) وہی نہیں جو آیت الکرسی میں ہے۔

له ما في السمٰوٰت وما في الارض ط (البقرة......۲۵۵)

ترجمہ: اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں

اب قرآنی اور حدیثی الفاظ کو ملا کر نتیجہ نکالئے

اللہ مالک ہے ہر اس چیز کا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور حضور ﷺ عالم ہیں ہر اس چیز کے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ پھر حضور ﷺ کے اس علم کی بنیاد وہی الفاظ قرآنی ”علمک مالم تکن تعلم“ (اور تمھیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے)

مگر منکرین اتنی وضاحت کے باوجود کیا کچھ نہیں کہا کرتے اور کس کس بہانے سے اس محبوب ﷺ کے علم خداداد پر حملہ آور نہیں ہوتے۔

یہاں تفصیل مقصود نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ حضور پرنور ﷺ کے جو فضائل وکمالات عام مسلمانوں کے ایمان بلکہ فطرت ایمان میں داخل تھے اور وہ کسی صورت بھی ان سے جدا ہونے کا تصور بھی نہیں کرتے تھے۔ منکرین جو پہلے خود ان (فضائل وکمالات) کے خلاف صف آراء ہوئے پھر ساری امت کو ان کے انکار پر مائل کرنے کی ناپاک کوششیں کرتے رہے۔ گویا وہی بات۔

خود تو ڈوبے ہیں صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے۔

پہلے خود محبت سے خالی ہوئے، پھر باقی امت کے درپے ہوئے اور نہیں بارگاہ رسالت سے بغاوت کرنے کا سبق دینے لگے۔ یہ انھیں کی مذموم سازشوں کا نتیجہ تھا

کہ مسلمانوں میں نہ ختم ہونے والا دنگا فساد شروع ہو گیا، اتحاد و اتفاق کے برعکس انتشار و افتراق پھیلنے لگا، شہروں کے شہر اور علاقوں کے علاقے باہمی منافرت کی آگ میں جلنے لگے، کس قدر شرمناک بات ہے کہ نبی ﷺ کی ذات ہی کو متنازع فیہ ٹھہرالیا گیا اور شاید تاریخ اسلام کا یہ سب سے بڑا فکری حادثہ تھا کہ کلمہ پڑھنے والوں کے دو گروہ ہو گئے اور وہ بھی اس ذات پاک کے بارے میں جن کا وہ کلمہ پڑھتے تھے گروہ ہو گئے۔

حضور پرنور ﷺ کے بارے میں بحث کرنا عیسائیوں یہودیوں اور دوسرے غیر مسلموں سے تو گوارا ہو سکتا ہے، کلمہ پڑھنے والوں کو زیب نہیں دیتا۔
اقبال علیہ الرحمہ نے اسی صورت حال کے پیش نظر فرمایا تھا،

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی قرآن بھی ایک کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

جب جناب رسول اعظم ﷺ کو ہی متنازع بنالیا گیا تو پھر کس بات اور کس عقیدے پر اتحاد رہ سکتا چنانچہ اختلافات کا دروازہ چوپٹ کھل گیا تو پھر کونسا اختلاف تھا جو رونما نہ ہوا اختلافات بڑھتے گئے اور ملت کا شیرازہ بکھرتا گیا۔

ملت اسلامیہ میں اختلافات تو پہلے بھی تھے مگر ایک دو صدی پہلے جو اختلافات پیدا ہوئے، ان کی نوعیت از حد سنگین ہے۔ پہلے اختلافات میں حضور پرنور ﷺ کی ذات پاک متنازع فیہ نہیں ٹھہرایا گیا تھا، مگر جو اختلافات انگریزوں کی 'برکتوں' اور 'حکمتوں' سے رونما ہوئے ان میں بنیادی اختلاف حضور پرنور ﷺ کے فضائل و کمالات کے اقرار و انکار کا تھا گوروں کی منحوس آمد سے پہلے برصغیر میں مسلمان کہلانے والے سب کے سب سنی تھے سوا چند ان روافض کے جن کے آباو اجداد اکبر و جہانگیر کے زمانے میں ایران چھوڑ کر یہاں آ رہے تھے اور پھر ان سنی حضرات میں سب کے سب حنفی تھے سوا ساحل و مدارس کے ان چند تاجروں کے جو شافعی تھے، پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حنفی اور شافعی (اسی طرح حنبلی اور مالکی) عقیدے میں تو سب ایک ہیں۔ باقی عالم اسلام میں بھی سوا چند مخصوص خطوں کے اہل سنت کی اکثریت اور پھر ان میں حنفی حضرات واضح اکثریت میں ہیں۔ انگریزوں کے آنے سے پہلے تو کم از کم حضور پرنور ﷺ کے فضائل و کمالات سے بھی کسی مسلمان کہلانے واے کو انکار نہیں تھا، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کے الفاظ میں.........
یہاں صرف ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

"امت کے علماء میں اختلافات اور بہت سے مذاہب کے باوجود کسی شخص کو اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ حقیقی زندگی کے ساتھ قائم اور باقی ہیں۔ حضور پرنور ﷺ کی زندگی میں مجاز کی آمیزش اور تاویل کا وہم نہیں ہے اور امت کے اعمال پر حاضر و ناضر ہیں

(سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل اخبار الاخبار بحوالہ جاء الحق)

اب یہ اختلافات پیدا ہوئے کیونکہ انگریزوں کی حکومت کا فائدہ اسی میں تھا۔ انھیں مسلمانوں کے نعرۂ جہاد سے بہت خطرہ تھا اور جذبہ جہاد کا دارومدار عشق رسول ﷺ پر ہے۔ عشق کی اس آگ کو دبانے کیلئے انگریزوں نے پہلے اسمٰعیل دہلوی سے بہت کچھ اگلوایا، پھر 'تقویت الایمان' مرتب کرائی اور خود اسے پورے برصغیر میں مفت تقسیم کرایا۔ مسلمانوں میں سر پھٹول شروع ہو گئی اور اسمٰعیل دہلوی کی برکت سے اس کے گورے آقاؤں کی گرفت برصغیر پر مضبوط ہونے لگی، علمائے اہل سنت نے اپنی استعداد اور طاقت کے مطابق تقویت الایمان کا رد لکھا اور جوابی کارروائی کی مگر انگریزی حکومت کی پشت پناہی نے اسمٰعیلیوں کو کھل کھیلنے کا موقعہ پوری طرح بہم پہنچا دیا۔

گورے حاکموں اور کالے محکوموں کے گٹھ جوڑ کے باوجود اس قسم کے دین فروش اور ضمیر فروش بہت کم تھے جو جدید انگریزی 'توحید' کے نشے سے

سرشار ہوئے اور جنھوں نے اپنے آقا و مولا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی اور ادب و تعظیم کے دائرے سے باہر نکل کر دشمنوں کا ساتھ دیا اور دین و ایمان پر دنیوی دولت و شوکت کو ترجیح دی، علمائے اہل سنت نے جنگ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف فتوی جہاد دیا تھا لہذا جب بظاہر انھیں شکست ہوگئی تو انھیں چن چن کر قتل کیا گیا، اکثر و بیشتر ان کی جائیدادیں ضبط کرلی گئیں اور ان کے مدرسے بند ہوگئے، اپنی بے سروسامانی کے باوجود ان کا لسانی اور قلمی جہاد جاری رہا اور انھوں نے ہمت نہ ہاری.................دشمنوں کی سازشوں کے باوجود اگر برصغیر میں اسلام زندہ رہا ہے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رحمت کا نتیجہ ہے اور ان عاشقان صادق کی سعی مشکور کی برکت ہے۔

ذرا تصور کیجیے اس لرزہ خیز منظر کا کہ ایک طرف اسلام دشمن حکومت اور اس کے خود کاشتہ پودے ہیں، کوئی نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے، کوئی دہائی دے رہا ہے کہ معاذ اللہ نبی علیہ السلام کیلئے سچ بولنا ضروری نہیں، کوئی بک رہا ہے کہ معاذ اللہ معاذ اللہ خدا بھی جھوٹ بول سکتا ہے، کسی کا نعرہ ہے کہ حضور پرنور ﷺ عام انسانی سطح سے ذرا بھی بلند نہیں، دوسرے انسانوں اور نبی میں صرف 'وحی' کا فرق ہے، کوئی کہتا ہے کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا، کوئی کہتا ہے خدا کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنا اور اس سے دعا کرنا بھی شرک ہے، کسی نے راگنی الاپی کہ نبی کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں اور اس کے مقابلے میں معاذ اللہ شیطان اور عزرائیل کا علم روئے زمین کے ذرے ذرے کا محیط ہے اور نص سے ثابت ہے، نبی کا ایسا علم مانیں تو شرک ہے، کسی نے کہا ایصال ثواب بدعت ہے، کسی نے کہا تقلید شرک ہے اور کسی نے کہا حدیث تک حجت نہیں غرض ساری تاریخ اسلام میں کبھی ایسی فرقہ بازی کا بازار گرم نہیں ہوا تھا جیسا چند سالوں کے اندر اندر انگریزوں کی سازشوں سے ہوا

ان کے مقابلے میں علما و مشائخ مساعی کا کم از کم یہ نتیجہ ضرور نکلا جیسا کہ اوپر گزرا مسلمانوں کی نہایت ہی قلیل تعداد ان سے متاثر ہوئی اور باقی امت کا ایمان محفوظ رہا۔ یہی موقع تھا جب ان علما مشائخ کی دعاؤں کی قبولیت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے دین کی خدمت و حفاظت کیلئے اعلیٰحضرت مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کو پیدا کیا۔ آپ کے جد امجد حضرت مولا رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ جنگ آزادی کے سرکردہ رہنماؤں میں سے تھے اور بریلی کے مجاہدین کے کمانڈر اور سرپرست آپ ہی تھے اعلیٰحضرت بریلوی کو قدرت نے دل بیدار اور فکر بلند سے نوازا تھا اور نہایت وسیع روحانی و قلبی استعداد کے ساتھ ساتھ آپ آسمان علم و فضل کے نہایت درخشندہ آفتاب تھے۔ منقول و مقبول کے بحر زخار تو تھے ہی، ان کے شرح و بیان کی تقریری و تحریری صلاحیتوں سے بھی مالا مال تھے، انگریزوں کی خفیہ سازشوں اور ان کے غلاموں کی اعلانیہ کوششوں کا آپ نے ڈٹ کر موثر مقابلہ کیا اور منہ توڑ جواب دیا۔ نثر و نظم میں آپ نے ایمان کے چوروں کا خوب پیچھا کیا اور ملت کے جس سرمایہ عشق کو وہ لوٹنا چاہتے تھے، بہت حد تک اسے بچالیا، جس مردود نے نبوت کا دعویٰ کیا، اس پر دلائل کے تیروں کی بھرمار کی، جس نے خاتم النبیین کے معنی بدلے، اس پر یلغار کی، ان سب سے بڑھ کر جس نے خداوند کریم کی ذات پاک و بے عیب پر امکان کذب کا ناپاک دھبہ لگانے کی کوشش کی، اس کا پیچھا کیا، جس نے حضور پرنور ﷺ کے کسی خداداد کا انکار کیا، اس کی خبر لی، جس نے قرآن پاک کی کسی آیت پر اعتراض کیا۔ اس کو منہ توڑ جواب دیا، جس نے گاندھی میں لنگوٹی میں گم ہو کر مسلمانوں کو دھوکا دیا، اسے للکارا غرض جس نے بھی امت رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر ہاتھ اٹھایا، آپ نے اسے قلم کرنے کی کوشش کی۔ سیاسی مداریوں نے کبھی انگریزوں اور کبھی ہندوؤں کو خوش کرنے کیلئے دین حنیف میں کیا کیا ترمیمیں تجویز کیں، اس کا ذکر آئندہ قسط میں آئے گا، اس بار آپ کے صرف ان جذبات کی مختصری شعری عکاسی کی جاتی ہے جن میں آپ نے ایک طرف اپنے آقائے مدنی کریم قریشی رسول عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خداداد کمالات کا ڈھنڈورا پیٹا ہے اور دوسری طرف ان کے دشمنوں اور گستاخوں کو کبھی نرم اور کبھی گرم انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

دشمنوں نے خدا تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ گھڑا تھا کہ وہ جھوٹ بول سکتا تھا (دیکھیے رسالہ یکروزی وغیرہ) اعلیٰحضرت بریلوی نے سبحان السبوح، نثر میں لکھ کر عقلی و نقلی دلائل سے ان کا رد کیا اور نظم میں بھی............ یہاں صرف دو شعروں میں آپ کے قہر و جلال کا عالم دیکھیے۔

ہر ایک اپنے بڑے کی بڑائی کرتا ہے
ہر ایک مغبچہ مغ کا ایاغ لے کے چلے
مگر خدا پہ جو دھبا دروغ کا باندھا
یہ کس لعین کی غلامی کا داغ لے کے چلے

شور مچایا گیا کہ حضور بشر ہیں اور عام انسانوں سے انھیں ممتاز حاصل ہے تو محض وحی کی بنا پر............ادھر سے جواب دیا گیا کہ لفظ نور کا اصل موضوع' لہ' حضور انور علیہ الصلوٰۃ ہیں اور اس کا حقیقی معنیٰ محض آپ ہی کی ذات پاک ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وضع واضع میں تری صورت ہے معنیٰ نور کا
یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا
انبیاء(علیہم السلام) اجزاہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا
یہ جو مہر ومہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

منکرین نے علم غیب کا تعارف کرانے والے معلم اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کا ہی انکار کر دیا۔ اعلیٰحضرت نے اپنا عقیدہ یوں بیان کیا

اور کوئی غیب کیا ، تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم، پہ کروڑوں درود

دشمنوں نے سرور کائنات علیہ التحیات والتسلیمات کے اختیارات اور تصرفات کا انکار کیا تو بریلی کے مجاہد اعظم نے یوں اظہار عقیدت کیا۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب محب میں نہیں میرا تیرا

کسی نے مظہر رب العلمین حضور رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر وناضر ہونے کو شرک کہا تو مجدد دین وملت نے اپنا عقیدہ یوں بیان کیا۔

وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں، وہ کرم کہ سب سے قریب ہیں
کوئی کہہ دو یاس وامید سے،وہ کہیں نہیں، وہ کہاں نہیں

کسی بدنصیب نے قاسم ہر نعمت مالک کوثر و جنت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مانگنے سے منع کیا تو ڈٹ کر جواب دیا۔

مانگیں گے، مانگے جائیں گے، منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ 'لا' ہے، نہ حاجت 'اگر' کی ہے

ذکر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالفین ذکر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جزبز ہوئے تو بڑی بے نیازی سے فرمایا

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

☆☆☆

درس قرآن

اہل ضلالت

غلام مصطفٰے مجددی ایم اے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارشاد کبریاھے!

☆۔۔۔۔اور جو کوئی مخالفت کرے رسول اکرم کی اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت روشن ہوگئی اور مومنوں کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور راہ پر چلے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ خود ہی پھرا ہے، اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور یہ بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے۔(سورۃ النساء آیت ۱۱۵)

اشارات

☆۔۔۔۔اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی مرکزی حیثیت اور تشریعی کو بیان کیا کو بیان کیا گیا ہے۔

☆۔۔۔۔حضور سراپا نور ﷺ کی مخالفت دراصل بدعت وضلالت کا وہ راستہ ہے جو انسان کو دوزخ میں لے جاتا ہے، گویا ان کے بغیر ہدایت کا کوئی تصور نہیں۔گویا اگر بہ او نرسید تمام بولہبی است

☆۔۔۔۔اس آیت مبارکہ میں مصطفٰے کریم کی اطاعت کے ساتھ اجماع امت کی ضرورت و اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے، یعنی امت کی غالب ترین اکثریت کا راستہ چھوڑنا بھی گمراہی کا پیش خیمہ ہے، کیونکہ حدیث پاک ہے،"میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی"

☆۔۔۔۔قرآن پاک نے عام مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر فرقہ فرقہ ہو جانے سے روکا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

"ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور روشن نشانیاں مل جانے کے بعد بھی اختلاف کرنے لگے اور انہی لوگوں کے لئے بہت بڑا عذاب ہے"(آل عمران آیت ۱۰۵)

☆۔۔۔۔رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور اجماع امت سے بغاوت کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ساتھ چھوڑ دیتی ہے، گویا انسان دانستہ طور پر جس ضلالت کے راستے پر چل پڑھتا ہے رحمت خدا اس کے راستے میں حائل نہیں ہوتی، اور اسے اسی طرف جانے دیتی ہے جدھر وہ جانا چاہتا ہے۔یہ معنی امام بیضاوی نے بیان کیا ہے۔

☆۔۔۔۔انسان توفیق الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے، اور وہ شیطان کے ہاتھ میں کھلونا بن کر رہ جاتا ہے، اور وہ جیسے چاہتا ہے اسے تگنی کا ناچ نچاتا ہے۔(ضیاء القرآن جلدا ص۳۹۲)

☆۔۔۔۔جہنم کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے ،رسول اللہ ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا کہ"میں نے جہنم سے زیادہ بری چیز کوئی نہیں دیکھی"

☆۔۔۔۔آیت پاک میں"مومنوں کے راستے کا ذکر ہوا، تو یہی وہ راستہ ہے جو انبیا کرام کا عطا فرمودہ ہے، جس پر صدیق۔شہید اور ولی چلتے رہے، اور اسی صراط مستقیم پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کا انعام نازل ہوتا ہے، یہ اہل سنت و جماعت کا راستہ ہے۔یہی لوگ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور ولیوں کو ماننے والے ہیں۔

☆۔۔۔۔مومنوں کے راستے کو چھوڑنے والا ایک گروہ تو وہ ہے جو صحابہ کرام کا دشمن ہے۔بالخصوص خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے فضائل و کمالات کا انکار کرتا ہے اور صرف اہل بیت اطہار کی محبت کا دم بھرتا ہے۔بلکہ اسی محبت کا

استعمال کر کے اپنے عجیب وغریب نظریات کو فروغ دیتا ہے۔

☆۔۔۔۔ایک گروہ وہ ہے جو صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے کا دعویدار ہے، لیکن اہل بیت اطہار کی عظمتوں کا منکر ہے۔ بلکہ اس گروہ کی نظر میں یزید اور اس کے پیرو کاروں کی بہت اہمیت ہے، امام عالی مقام کی نہیں۔اس کے ساتھ اس گروہ نے حضور سرور عالم ﷺ کے کمالات کو کبھی دل سے تسلیم نہیں کیا۔

☆۔۔۔۔ایک گروہ وہ ہے جو خارجیوں کے نقش قدم پر چلنے والے ''شیخ نجد'' کی تقلید کرتا ہے، اور اس کی ہر بات کو حرف آخر سمجھتا ہے۔ پرلے درجے کا گستاخ ہے، بتوں کے رد میں نازل ہونے والی آیات کو محبوبان خدا پر چسپاں کر کے ان کی شانوں کا انکار کرتا ہے، اس گروہ کی نظر میں ساری امت شرک میں گرفتار ہے۔

☆۔۔۔۔ایک گروہ وہ ہے جو صرف قرآن کو حجت قطعی تسلیم کرتا ہے، فرمان مصطفٰے یعنی ''حدیث پاک'' کی اس کی نظر میں کوئی وقعت و قدر اور منزلت نہیں۔

☆۔۔۔۔عہد حاضر میں یہ گروہ طرح طرح کی ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں اور مومنوں کی اکثریت کو گھٹانے اور اپنی اقلیت کو بڑھانے کے لئے ہر حربہ استعمال کرتے ہیں، سادہ دل مسلمانوں کو ان کے کلمہ، نماز روزہ اور جہاد کو نہیں دیکھنا چاہئے۔ان کے دلوں میں موجود، محبوبان خدا کے بغض وعناد کو دیکھنا چاہئے جس کا منحوس اثر عبادت وریاضت کے باوجود ان کے چہروں پر نقش ہو کر رہ گیا ہے۔

حدیث قدسی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

جس نے میرے کسی بھی ولی سے دشمنی کی میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں۔

(بخاری شریف)

داتا صاحب کے حضور

غلام مصطفٰے مجددی ایم اے

جہاں میں مرکز عرفان ہے دربار داتا کا
جسے دیکھا وہی نکلا ہے عاشق زار داتا کا

غم دنیا، غم عقبیٰ سے واعظ مت ڈرا مجھ کو
دو عالم میں سہارا ہے مجھے غمخوار داتا کا

نسیم عشق مہکاتی رہے ایمان کی دنیا
قیامت تک رہے خوشبو فشاں گلزار داتا کا

شہ ہجویر، مخدوم امم، چارہ گر ملت
کہ مشہور جہاں ہے فیض گوہر بار داتا کا

ولایت جس پہ نازاں ہے ولی جس سے درخشاں ہیں
خدا کے نور کا مظہر در ضو بار داتا کا

میں بیمار محبت ہوں ، طبیبو! راہ لو اپنی
مجھے درد محبت ہے سدا درکار داتا کا

معین و قطب ہوں، گنج شکر ہوں ، شاہ کلیر ہوں
نظر آتا ہے ہر اہل نظر مے خوار داتا کا

فروغ تابش ایقاں ہے جس کی دل نشیں سیرت
دلیل عظمت اسلام ہے کردار داتا کا

درس حدیث

اھل صداقت

غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارشاد مصطفیٰ ھے!

☆......میری امت پر ایک زمانہ ضرور ایسا آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ بالکل ایک دوسرے کے مطابق حتیٰ کہ ان میں سے اگر کسی آدمی نے اپنی ماں سے علانیہ بدفعلی کی ہوگی تو ضرور میری امت سے بھی ایک (بدنصیب) یہ کام کرے گا۔ اور بے شک بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سب دوزخی ہوں گے مگر ایک ملت (جنتی ہوگی) صحابہ کرام نے کہا، وہ کون یارسول اللہ؟ فرمایا **"ما انا علیہ واصحابی"** جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

☆......سب سے بڑے گروہ کی اتباع کرو، جو اس سے جدا ہو گیا وہ جہنم میں چلا گیا۔................(مشکوٰۃ)

اشارات

☆......اس حدیث مبارک میں حضور پرنور ﷺ نے مستقبل کی خبر بیان فرمائی جو آپ کے عطائی علم غیب کی دلیل کامل ہے۔

☆......اس حدیث مبارک میں امت مرحومہ کی ایک زبوں حالی کا ذکر ہے۔

☆......اس خبر غیب کے عین مطابق امت کی کتنی ہی صدیاں بنی اسرائیل کے دوگروہوں یہود و نصاریٰ کی "اطاعت" میں بسر ہو چکی ہیں۔ کتنے ہی افراد امت مسلمان ہو کر ان کی تہذیب و تمدن پر جان چھڑکتے ہیں۔ ان کے کردار و گفتار کی پیروی کرتے ہیں، ان کے لباس و رنگ کے انداز اپناتے ہیں بقول اقبال ۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

☆......موجودہ دور کے تقریباً تمام مسلمان حکمرانوں کی طرز فکر "انگریزی" ہے، کوئی خوش نصیب ہی اسلام کی نمائندگی کرنے کیلئے تیار ہوگا، یہی وجہ ہے کہ سب ہلاکت وفلاکت کے قعر عمیق کی طرف گرتے جا رہے ہیں۔

☆......مسلمان معاشروں میں ایک "پوش طبقہ" جنم لے چکا ہے۔ ان کی طرز حیات کو قریب سے دیکھنے والی آنکھ ضرور حیرت زدہ ہوگی کہ یہ کس قماش کے مسلمان ہیں، بھائیوں کی حقیقی بہنوں کے ساتھ اس قدر بے تکلفی، بیٹوں کی ماؤں کے ساتھ اس درجہ بے شرمی، ہندی اور انگریزی میڈیا کی رومانی یلغار کے سامنے حرمتوں اور عصمتوں کے پرخچے اڑتے دکھائی دے رہے ہیں۔ بقول اقبال ۔

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد کا تمھیں پاس نہیں

☆......یہود و نصاریٰ کی اطاعت کا یہ عالم کتنا خوفناک ہے کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں نوجوان لڑکیوں کے آزاد خیال "استادوں" سے بہت گہرے تعلقات ہیں، لڑکیوں میں مردانہ لباس پینٹ شرٹ، کوٹ کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے، لڑکوں نے لمبے بال رکھنا اور پونیوں سے باندھنا شروع کر دیئے ہیں، غیر محرموں کا ایک ساتھ گھومنا پھرنا، ناچنا گانا، انجوائے کرنا بلند فکر کی علامت سمجھا جاتا ہے، سوچیں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ شرم و حیا کے عظیم علمبردار کو ماننے والے کیسی پستی کی طرف جا رہے ہیں۔

☆......آہ یہ امتِ مرحومہ بھی فرقوں میں تقسیم ہوگئی۔

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

☆......حضور پرنور ﷺ نبی رحمت اور رسول رافت بن کر تشریف لائے۔آپ نے اپنی امت کو ہر مسئلے کا حل بتایا اور ہر مشکل سے آزاد ہونے کی راہ دکھائی، دیکھئے یہ یہود و نصاریٰ کی اطاعت میں اتنا آگے نکل جانا اور تہتر فرقوں میں بٹ کر اپنی شناخت کو کھو دینا کتنا بڑا نقصان ہے، کتنا بڑا مسئلہ ہے، کتنی بڑی مشکل ہے۔ حضور ﷺ نے اس کا حل بتایا یعنی اگر تم محفوظ رہنا چاہتے ہو تو میرے راستے اور میرے صحابہ کرام کے راستے پر گامزن رہو، منزل مراد مل جائے گی۔

☆......اس آخری امت میں تہتر فرقے ہو کر رہے تو دیکھنا یہ ہے کہ حق و صداقت کا پرچم کس گروہ کے ہاتھ میں ہے۔تا کہ ایمان محفوظ رہے۔

☆......زبان نبوت نے نشاندہی فرمادی کہ ''سواد اعظم'' سب سے بڑا گروہ حق و صداقت کا علمبردار ہے اور ہدایت کا حامل ہے۔سب سے بڑے گروہ کو چھوڑ کر چلے جانا، دوزخ میں چلے جانے کے مترادف ہے۔

☆......ایک اور حدیث پاک ہے، تم پر عام لوگوں اور جماعت کے پیروی کرنا لازم ہے، نیز فرمایا جماعت پر اللہ کا دست رحمت ہے۔

☆......آج سب فرقے پکار رہے ہیں کہ ہم ناجی ہیں، ہم جنتی ہیں، لیکن آپ ان کے شور وغل سے متاثر نہ ہوں، بلکہ سرسری نظر سے بھی دیکھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ تمام عالم اسلام کے عام لوگ کس مسلک کے پیروکار ہیں، لفظ جماعت کس گروہ پر صادق آتا ہے، سواد اعظم یعنی سب سے بڑا گروہ کن لوگوں کا ہے، ان سب سوالوں کا ایک ہی جواب ہے اور وہ ہے ''اہل سنت و جماعت''

☆......سب فرقے بدعتی ہیں، ان کے نام بدعتی ہیں کسی ایک صحابی رسول نے کبھی اپنے آپ کو غیر مقلد، اہل حدیث، دیو بندی سعودی، شیعہ وغیرہ نہیں کہلایا، جبکہ مستند روایات شاہد ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہٗ اور ان کے دور خلافت کے تمام صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین فخام نے اپنے آپ کو ''اہل سنت و جماعت'' کا نام دیا۔اسی نام پر وہ فخر کرتے رہے اور اسی نام کو اسلام صحیح نمائندہ قرار دیتے رہے۔ان کے بعد ائمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رضی اللہ عنہم اور ان کے اربوں مقلد صوفیہ، علما، محدثین، مفکرین اور مفسرین نے خود کو اہلسنت و جماعت قرار دیا۔ صحاح ستہ کے محدثین اور کثیر راوی حضرات بھی سب مقلد ہیں، لہٰذا غیر مقلدوں کو کسی مقلد محدث کی روایت پر یقین نہیں کرنا چاہئے کیونکہ وہ ان کے نزدیک تقلید کر کے ''مشرک'' ہو چکا ہے۔

☆......ان تمام فرقوں کی تعلیمات کا جائزہ لینے والا منصف مزاج محقق بخوبی جانتا ہے کہ قرآن پاک، حدیث سرور لولاک کے مطابق اور صحابہ کرام کے معاملات کے مطابق عقائد و اعمال صرف اور صرف اہل سنت و جماعت کے ہیں۔لہٰذا یہی گروہ جنتی کہلانے کا حقدار ہے۔

☆......حضرت شیخ محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

سوادِ اعظم در دین اسلام مذہب اہل سنت و جماعت است، یعنی
دین اسلام میں سب سے بڑا گروہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے''
(اشعۃ اللمعات جلد ا ص ۱۴۰)

☆......حضور پرنور ﷺ نے غلط راہ فرقوں سے بچنے کی از حد تلقین فرمائی ہے،

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ حضور پرنور ﷺ نے ہمارے لئے ایک خط کھینچا اور فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر اس کے دائیں بائیں کچھ اور خطوط کھینچے اور فرمایا، یہ وہ راستے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہوا ہے، جو (لوگوں کو) اپنی طرف بلاتا ہے۔(نسائی، احمد)

☆...... سیدھا راستہ یہی ہے جس پر صحابہ کرام، اولیاء کرام، علماء کرام اور عوام اسلام گامزن رہے، جو اہل بیت اطہار اور صحابہ کبار اور اللہ تعالیٰ کے سب محبوبوں کی غلامی کا راستہ ہے۔

☆......اہل سنت و جماعت کو چاہئے کہ اپنے جملہ اختلافات ختم کر کے ''بدعتی فرقوں'' کے خلاف سینہ سپر ہو جائیں، اسلام کی روشن تاریخ دراصل اہل سنت و جماعت کی تاریخ ہے، اور اسلام کا موجودہ بحران درحقیقت اہل سنت و جماعت کے ''خواب خرگوش'' کی بدولت ہے۔ہمیں چاہئے کہ اپنا خانقاہی نظام درست کریں، اپنا تدریسی اور سیاسی نظام درست کریں۔غیروں کے ساتھ کھڑے ہونے کی بجائے اپنوں کو عشق مصطفےٰ کے پلیٹ فارم پر جمع کریں، اہل سنت متحد ہو گئے تو کسی دوسری ''فرقی'' کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔

☆..........☆☆☆..........☆

توحید اور محبوبان خدا کے کمالات

قسط: ۲۸

پروفیسر محمد حسین آسی

اسلام کا ایک عظیم معجزہ یہ ہے کہ اس نے عالم غیب، عالم برزخ اور عالم آخرت اور وہاں کے حالات کا تعارف کرایا، مرنے کے بعد جینا یقیناً عقل ظاہر بین کے نزدیک ناممکن ہے اور حضور پرنور ﷺ نیز حضور ﷺ کی تشریف آوری سے قبل کے انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی آخرت کا عقیدہ پیش کیا تو کفار نے اسے خلاف عقل سمجھتے ہوئے انکار کر دیا، قرآن حکیم میں پہلے کفار کا تذکرہ بھی موجود ہے اور جو کفار نزول قرآن پاک کے زمانے میں اس عقیدۂ آخرت پر اعتراض کرتے تھے، ان کا اور ان کے اعتراضات کا ذکر اور جواب بھی اس کتاب حکیم ہے مذکور و موجود ہے۔ مثلاً (عاص بن وائل، ابو جہل یا ابی بن خلف ایک ٹوٹی پھوٹی ہڈی کے کر بارگاہ رسالت میں مناظرہ کیلئے آیا۔ تو سورہ یٰسین کی یہ آیات نازل ہوئیں

" اولم یر الانسان.................. تا اختتام سورۃ (۷۷تا۸۳)

ترجمہ: اور کیا آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے پانی کی بوند سے بنایا، جبھی وہ صریح جھگڑالو ہے، (۷۷) اور ہمارے لئے کہاوت کہتا ہے اور اپنی پیدائش بھول گیا، بولا ایسا کون ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب وہ بالکل گل گئیں (۷۸) تم فرماؤ انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انھیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے (۷۹) جس نے تمہارے لئے ہرے پیڑ میں سے آگ پیدا کی، جبھی تم اس سے سلگاتے ہو (۸۰) اور کیا وہ جس نے آسمان اور زمین بنائے، ان جیسے اور نہیں بنا سکتا، کیوں نہیں، اور وہی ہے بڑا پیدا کرنے والا سب کچھ جانتا اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے 'ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے (۸۲) تو پاکی ہے اسے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے اور اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے (۸۳)۔

بہر حال کفار عرب بھی پہلے زمانے کے کافروں کی طرح اسے خلاف عقل اور ناممکن تصور کرتے تھے چنانچہ دور جاہلیت کا ایک شاعر اپنی محبوبہ ام عمرو سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

حیاۃ ثم موت" ثم بعث"
حدیث خرافۃ یا ام عمرو

ترجمہ: یعنی زندگی پھر موت اور پھر (دوبارہ) اٹھنا، اے
عمرو کی ماں محض فضول اور بکواس ہے۔

الغرض جس عقیدے کو وہ انتہائی بودا اور غیر معقول سمجھتے تھے، اسلام کا انقلاب آیا تو ان کا یقین اس پر اس قدر پختہ ہو گیا، گویا وہ جیتی جاگتی آنکھوں سے میدان محشر کو دیکھ رہے ہیں، اپنے اعمال تلوا رہے ہوں، حوض کوثر سے شربت پی رہے ہوں، اور یہ دیکھ رہے ہیں جب اہل جنت، جنت کی طرف جا رہے

ہوں گے اور دوزخی دوزخ کو ہانکے جارہے ہوں گے اور پھر یہ کہ جنتی نعیم جنت سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے اور دوزخی دوزخ کے گوناگوں عذابوں سے تڑپ رہے ہوں گے۔

اسلام نے یہ عقیدہ ذہن نشین کرانے کیلئے عقلی دلائل بھی دیئے ان کے عقلی دلائل کا عقلی جواب بھی دیا اور کبھی کبھی عملی طور پر ایسے واقعات بھی رونما کئے گئے جن سے مومن عین الیقین تک پہنچ جاتا تھا اور منکر ایمان لے آتا تھا، مثلاً اصحاب کہف کا واقعہ جو قرآن پاک میں بیان ہوا ہے، اپنے دور کے کافروں کیلئے جو کسی قیمت پر بھی موت کے بعد دوبارہ زندگی کا عقیدہ قبول کرنے کو تیار نہیں تھے، بہت بڑا عملی ثبوت بن گیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا اور یونہی بعض اولیاء کا مردے زندہ کرنا بھی دراصل عقل زدہ فلسفیوں کو خاموش کرنے کیلئے تھا۔ بلکہ معجزات و کرامات کا اصل مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ اللہ کی ذات و صفات پر یقین و ایمان پختہ ہو جائے اور عقل کی پھیلائی ہوئی تاریکیاں چھٹ جائیں۔

آیات واحادیث مقدسہ پر ایمان ہو تو اس میں کوئی شک نہیں رہتا ہے کہ اہل قبور کو سلام کہنے کا جو حکم دیا گیا ہے، یہ اسی لئے ہے کہ وہ سنتے ہیں اور ابھی گزشتہ قسط میں آپ نے دیکھا، مردے قبروں میں زائرین کو پہنچانتے بھی ہیں (یعنی انھیں جنھیں دنیا میں پہچانتے تھے) اور قبروں میں ان سے مانوس بھی ہوتے ہیں، جہاں تک کہ ان کے سننے کا تعلق ہے کافر مردے بھی سنتے ہیں بلکہ حضور پرنور ﷺ نے غزوہ بدر کے بعد کافر مقتولوں کو ایک گڑھے میں ڈال کر جب ان سے خطاب فرمایا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سوال پر یہاں تک تصریح فرمائی۔

" والذی نفسُ محمدٍ بیدہٖ ما انتم با سمع لما اقول منھم"

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں (حضرت) محمد (ﷺ) کی جان ہے، تم ان سے زیادہ میری بات کو نہیں سن رہے۔

بہر حال قبر والے سنتے ہیں، دیکھتے ہیں اور پھر اپنے اپنے حال و مقام کے مطابق خواب میں اپنے عزیزوں کو تلقین و نصیحت بھی کرتے ہیں، ان کی امداد کرتے ہیں، ان کو پڑھاتے سکھاتے ہیں، ان کیلئے دعائیں کرتے ہیں، حسب موقع انھیں ایذا پہنچاتے ہیں، ان کی فریادیں سنتے ہیں، اور ان کے کام آتے ہیں، ان کو بشارت دیتے ہیں اور کبھی تنبیہ بھی کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

اس قسم کے واقعات کہ حضور پرنور ﷺ کے ظاہری زمانہ پاک میں مردے زندے ہوئے، دور صحابہ میں بھی وفات کے بعد مردے بولے، کسی بھی صاحب علم سے مخفی نہیں۔ پھر آج تک اولیائے کرام اس قسم کی کرامات دکھاتے رہے اور لوگوں کے ایمان پختگی ایمان کا سبب بنتے رہے۔ چودہ صدیوں کی تاریخ میں ایسے واقعات ان گنت ہیں مگر نہ ماننے والے جب نہ ماننے پر تلے ہوئے ہوں تو کون انھیں مجبور کرسکتا ہے۔

اس قسم کے واقعات سے جیسا کہ اوپر بھی گزرا، اللہ کی ذات و صفات اور اس کی قدرت کاملہ پر ایمان مضبوط ہوتا ہے مگر محبوبان خدا کے مخالفین کے نزدیک ان سے شرک پھیلتا ہے، کتنی احمقانہ اور دلآزار سوچ ہے ان لوگوں کی کہ دنیا کے ایک سرے پر بیٹھ کر دوسرے سرے کی باتیں ٹیلیفون، وائرلس کے ذریعے سنیں تو شرک نہیں مگر اللہ کا بندہ اللہ کے نور سے یہاں بیٹھ کر سب کچھ دیکھ اور سن رہا ہو تو شرک۔ سائنس کے کمالات کا انکار کرنے کی جرات نہیں مگر اللہ کی قدرت، اس کی توحید کا فیض اس کی اطاعت کا ثمرہ اور اس کی رضا کی برکت کو تسلیم کرانھیں ناگوار ہے ان کے نزدیک سائنسدان اپنے آلات کی مدد سے بتا سکتا ہے کہ پیٹ کے اندر لڑکا ہے یا لڑکی مگر اللہ کا بندہ اللہ کے فضل سے یہ کچھ بھی نہیں بتا سکتا کیونکہ ان کے خیال میں شرک ہو جاتا ہے۔

اس سلسلے میں ان کا انکار خاص اس ذات ستودہ صفات تک جا پہنچا ہے جن کا کلمہ پڑھتے ہیں اور جنھیں خوشی یا مجبوری سے اپنا نبی و رسول تسلیم کرتے ہیں، کتنا ہولناک یہ انداز فکر ہے کہ سائنسدان کے وہ کمالات جو ایک مدت کی تگ ودو اور تجربات و مشاہدات کے بعد حاصل ہوئے، ان پر ایمان ہے مگر وہ نبی وہ رسول ﷺ جن کے بارے میں عالم ارواح میں تمام انبیاء علیہم السلام سے میثاق لیا گیا، جو خاتم النبین ہے اور مقصود منصب نبوت و رسالت ہی نہیں، مقصود کائنات بھی ہے ان کے خیالات میں ایک سائنس دان جتنے بھی معاذ اللہ با کمال نہیں۔ خاک ان کے سر پر اور آگ ان کی زبان، کیسے بد بخت ہیں کیسے بدزبان

ہیں اور کیسے بدگمان ہیں، جن کے رب نے جن کو رسول شاہد بنا کر بھیجا ہے۔ یہ ان کے مشاہدے کا انکار کرتے ہیں۔ رب کے بندو! حضور ﷺ سب کے رسول میں تو یقیناً سب کے شاہد بھی ہیں، شاید یہ مضمون کچھ نہ کچھ ابتدائی قسطوں میں آ گیا ہے، اس لئے تکرار مناسب نہیں، تا ہم وہ ذات جسے عین نماز کی حالت میں سلام عرض کیا جاتا ہے اور نماز ادا کرنے والے زمین کے دور دراز کنارے پر ہوں تو بھی

" السلام علیک ایھاا لنبی و رحمة الله وبر کاته "

یعنی: یا نبی آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمت اور اللہ کی برکات ہوں۔

کہہ کر گویا 'حاضر و مخاطب' کے صیغے سے سلام کیا جاتا پھر بھی ان کی سماعت ان کی بصیرت اور ان کی دستگیری سے انکار کیا اور سکھایا جاتا ہے کتنی تکلیف دہ صورت حال ہے۔

نماز میں سلام یوں عرض کرنا خود حضور پر نور ﷺ کا سکھایا ہوا ظاہر ہے اسلام کے دورِ اول میں بھی مسلمان عرب شریعت کے کناروں تک بلکہ، حبشہ ، یمن، بحرین اور بعض دوسرے علاقوں تک پہنچ چکے تھے اور ہر نمازی یہی سلام پڑھتا تھا اور کبھی کسی کو اعتراض وانکار نہیں سوجھا تھا تو آخراب کیا قیامت آ گئی کہ سلام تو غالباً پڑھتے ہیں مگر انکار پر جمے بھی ہوئے ہیں

خیر ان کی چھوڑ یئے اپنوں کی طرف آیئے مقصود تو یہ ہے کہ مسلمانوں کا یہی عقیدہ رہا ہے، اسی لئے لڑائی مسیلمہ کذاب سے ہو یا روم وشام کے محاذوں پر، اہل ایمان اللہ کے ذکر کے بعد حضور اکرم ﷺ ہی کو پکارتے تھے۔ امت کا یہ رابطہ اپنے آقا و مولا، ملجا و ماویٰ ﷺ سے کبھی بھی منقطع نہ ہوا اور آج تک ایسا ہو رہا ہے۔ اب مجھے منکرین سے بات نہیں کرنا، اپنے دوستوں کو محظوظ کرنا چاہتا ہوں، صرف چند واقعات سن لیجئے اور اپنے ایمان کو تازہ کر لیجئے۔ (اور دیکھتے جایئے محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی سماعت و بصارت کا کیا عالم ہے اور غلاموں کی مشکل کشائی اور حاجت روائی سے کتنی دلچسپی ہے)

ا............محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کا دیدار:

"جا مع الحکا یات" میں لکھا ہے کہ نیشاپور میں جب امیر ناصر الدین، الپتگین کی ملازمت میں تھا تو اس کے پاس صرف ایک گھوڑا تھا اور وہ تمام دن اسی گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل میں گھوما کرتا تھا اور جانوروں کا شکار کیا کرتا تھا، ایک دن اس نے دیکھا کہ ایک ہرنی اپنے بچے کے ساتھ جنگل میں چر رہی ہے۔ سبکتگین نے اسے دیکھتے ہی گھوڑے کو دوڑایا اور ہرنی کے بچے کو پکڑ لیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس نے اس بچے کو اپنی زین سے باندھ دیا اور شہر کی طرف روانہ ہوا ابھی وہ کچھ ہی دور گیا ہو گا کہ اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ہرنی پیچھے پیچھے چلی آ رہی ہے اور اس کی صورت وحرکات سے پریشانی اور رنج کا اظہار ہو رہا ہے یہ عالم دیکھ کر سبکتگین کو اس بے زبان جانور پر بہت رحم آیا اور اس نے بچے کو چھوڑ دیا۔ ہرنی اپنے بچے کی رہائی سے بہت خوش ہوئی، اور (بچے کو ہمراہ لے کر) جنگل کی طرف روانہ ہوئی وہ تھوڑی تھوڑی دور چل کر سبکتگین کی طرف مڑ مڑ کر دیکھ لیتی تھی جیسے اپنی خوشی کا اظہار کر رہی ہو۔

جس دن کا یہ واقعہ ہے اسی رات کو سبکتگین نے خواب میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا۔ انہوں نے فرمایا 'اے ناصر الدین تو نے ایک بے زبان جانور پر جو رحم کیا ہے وہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت مقبول ہوا ہے لہٰذا اس کے صلے میں تجھے چاہئے کہ یہی طریق اختیار کرے اور کبھی رحم کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے کیونکہ یہ طریق دین و دنیا کا سرمایہ ہے۔'

۲............ختم المرسلین ﷺ کی زیارت:

"طبقات نا صری" میں یہ لکھا ہے کہ سلطان محمود کو اس مشہور حدیث 'العلماءُ ورثة الانبیاء' کی صحت پر پورا یقین نہ تھا۔ اسے قیامت کے آنے کے بارے میں بھی شبہ تھا۔ اس کے علاوہ اسے اس میں بھی شبہ تھا کہ وہ خود سبکتگین کا بیٹا ہے ایک رات کا واقعہ ہے کہ سلطان محمود اپنی قیام گاہ سے نکل کر

پیدل ہی کسی طرف چل رہا تھا۔ فراش سونے کا شمع دان لے کر اس کے آگے آگے چل رہا تھا راستے میں اسے ایک ایسا طالب علم ملا جو مدرسے میں بیٹھا ہوا تھا اپنا سبق یاد کر رہا تھا اس طالبعلم کے پاس جلانے کیلئے روغن نہ تھا، اس لئے وہ اس لئے وہ پڑھتے پڑھتے جب کچھ بھول جاتا تو ایک بنئے کے چراغ کے پاس آ کر اپنی کتاب کو پڑھ لیتا، محمود کو اس نادار طالبعلم کی حالت پر بڑا رحم آیا اور اس نے وہ شمع دان جو فراش نے اٹھا رکھا تھا، اس طالبعلم کو دے دیا۔ جس رات کا یہ واقعہ ہے اسی رات کو خواب میں محمود کو حضرت محمد ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے محمود سے فرمایا ''اے ناصر الدین سبکتگین کے فرزند ارجمند خداوند تعالیٰ تجھ کو قیامت میں ویسی ہی عزت دے جیسی تو نے میرے ایک وارث کی قدر کی ہے۔'' آنحضرت ﷺ کے اس فرمان سے سلطان محمود کے دل میں متذکرہ بالا تینوں شکوک دور ہو گئے۔

۳.........حوض شمسی:

حضرت شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ اپنے پیر و مرشد حضرت قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار التمش کو حوض شمسی تعمیر کروانے کا شوق پیدا ہوا۔ اس سلسلے میں وہ روزانہ حضرت قطب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا اور حوض کی جگہ اور اس کے رقبے کے بارے میں ان سے بات چیت کرتا، اس حوض کی تعمیر کیلئے التمش کے ذہن میں جو مقام آتا ہے وہ فوراً اسے جا کر دیکھتا اور پھر کسی وجہ سے اس مقام کا خیال ذہن سے نکال دیتا، اتفاق سے ایک دن التمش کو یہ مقام بہت پسند آیا اور اس نے اسی وقت اس جگہ پر حوض کی تعمیر کا ارادہ کر لیا، جس روز کا یہ واقعہ ہے اسی رات کو التمش نے خواب میں حضرت محمد ﷺ کی زیارت کی۔ التمش نے دیکھا کہ سرور انبیاء ﷺ ایک گھوڑے پر سوار ہو کر اس منتخب مقام کی طرف تشریف لائے ہیں۔ اور التمش سے دریافت فرماتے ہیں کہ وہ کس امر کا خواہاں ہے التمش جواب دیتا ہے کہ وہ اس جگہ ایک حوض تعمیر کروانے کا ارادہ رکھتا ہے، آنحضرت ﷺ نے التمش کی التجا کو پسند فرمایا اور ان کے گھوڑے نے زمین پر لات ماری جس سے ایک چشمہ پھوٹ نکلا اور زور شور سے بہنے لگا، التمش نے ابھی اسی قدر خواب میں دیکھا تھا کہ اس کی آنکھ کھل گئی اور اس وقت قدرے رات باقی تھی اور التمش اس وقت حضرت قطب صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑے ادب کے ساتھ ان سے اپنے خواب کی تمام روداد بیان کی۔ حضرت فرید گنج شکر اپنے پیر و مرشد سے روایت کرتے ہیں کہ التمش اسی وقت حضرت قطب صاحب کو اپنے ساتھ اسی جگہ لے گیا، قطب صاحب نے شمع کی روشنی میں دیکھا کہ وہاں ایک چشمہ پھوٹا ہوا ہے اور اس کا پانی ہر چہار طرف بہہ رہا ہے، یہ واقعہ تھوڑے بہت رد و بدل کے ساتھ ہندوستان کے دیگر مشائخ کے ملفوظات میں بھی درج ہے۔

قیدی کی رہائی:

''رحمۃ للعلمین'' کے عظیم مصنف پر مضمون لکھتے ہوئے قاضی عبدالباقی و دی فرماتے ہیں،

'' قاضی محمد سلیمان منصور پوری کر پردادا قاضی معز الدین کو آنحضور ﷺ اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھوڑوں کی خدمتگاری کا شرف حاصل ہوا، واقعہ یوں روایت ہے:

ٹپیالہ سے متصل سکھ ریاست نابھ میں حکیم غلام فرید طبیب دربار اور شاعر تھے۔ مہاراجہ اپنے محل سے دیکھ رہا تھا کہ ریشم میں لپٹے ''گرنتھ صاحب'' کو مورچھل کے سائے میں پالکی میں رکھ کر جلوس کی شکل میں لے جا رہے ہیں۔ کہنے لگا! '' دیکھا ہماری کتاب کی عزت! مسلمان میلے جزدان میں قرآن کو گلے میں لٹکائے پھرتے ہیں''۔ حکیم صاحب نے غیرت ایمانی سے برجستہ کہا کہ ایک اگر ہستن موٹے سوتی لباس میں ملبوس رہ کر زرق برق ریشمی لباس والی بازار کی عورت سے برتر ہی رہتی ہے۔

مہاراجہ نے طیش میں آ کر حکیم صاحب کو پابجولاں زنداں میں ڈال دیا مہاراجہ کی قید، نہ فریاد۔ شہر کے مسلمان آزردہ ہوئے اور ہزاروں ہاتھ دعا کے لئے اٹھ گئے۔ اسی رات خواب میں حضور ﷺ اور آپ کے رفیق ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم گھوڑوں پر سوار منصور پور تشریف لائے۔ قاضی معز الدین نے سلام

نے عرض کیا اور پوچھا: ''حضور کدھر؟'' فرمایا ''معز الدین! تم گھوڑے سنبھالو۔ ہم نماز پڑھ کر نابھ اپنے محب غلام فرید کو رہا کرانے جائیں گے۔'' جب تک حضور ﷺ اور ان کے رفیق نماز پڑھتے رہے، قاضی معز الدین گھوڑوں کی باگیں سنبھالے رہے، خواب سے بیدار ہو کر قاضی صاحب نے نماز فجر کے بعد درس میں اہل مجلس کو آگاہ کر دیا کہ حکیم صاحب پر ابتلا کٹھن تھی مگر ٹل گئی۔ ادھر نابھ میں جیل کے حکام نے صبح کو حکیم صاحب کی بیڑیاں کٹی ہوئی اور زندان کو کھلا پایا۔ مہاراجہ نے بعد از تفتیش کہا

''یہ اللہ ولوں (من جانب اللہ) تھا۔ حکیم صاحب کو معذرت کے ساتھ رہا کر کے باعزت بری کیا جائے''

دن چڑھنے پر نابھ سے آنے والوں نے واقع بیان کیا تو خواب کی تصدیق ہوگئی۔ (اردو ڈائجسٹ ص ۱۲۹ اپریل ۱۹۹۷ء)

حضرت اقبال کی مقبولیت:۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے بھی سفر ہند کا ضمنی طور پر ذکر کیا ہے اور لکھا ہے:۔

۱۹۵۳ء میں ان کو حضرت مجدد الف ثانی کے مزار پر حاضری
کی سعادت نصیب ہوئی اور مزار مبارک پر مراقب ہو کر جو
روحانی فیض ان کو حاصل ہوا اور جو کیفیت ان پر طاری ہوئی
اس کا کچھ تذکرہ انہوں نے مجھ سے بھی کیا تھا۔''

راقم الحروف (پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد) نے پروفیسر موصوف کو خط لکھ کر اقبال کے تاثرات کے متعلق مزید استفسار کیا تھا جس کے جواب میں انہوں نے تحریر فرمایا:۔

''تذکرے کی تفصیل میرے ذہن میں اب بکلی محفوظ نہیں ہیں لیکن اس قدر یاد ہے کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ سجادہ نشین خلیفہ محمد صادق مرحوم نے میرے لئے مزار پر تخلیہ کرا دیا تھا۔ میں ایک گھنٹے تک مراقب رہا اور حضرت مجدد کی روح میری طرف محبت آمیز رنگ میں متوجہ رہی مجھے ماحول کا احساس نہیں رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں اور حضور مجھ سے فرما رہے ہیں کہ تمہاری دینی خدمات سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں مقبول ہوگئی ہیں آنحضرت کی تم پر خاص نگاہ کرم ہے میرے قلب میں سوز و گداز کی ایسی کیفیت پیدا ہوئی جس کا اظہار لفظوں میں نہیں ہو سکتا۔ اور مجھے یہ اندازہ ہوا کہ خاصان خدا کا فیض بعد وفات بھی جاری رہتا ہے۔ اور یہ بھی اندازہ ہوا کہ حضور انور ﷺ کے روضہ مبارک سے کس قدر فیض جاری ہے۔ رقت کا عالم برابر طاری رہا زبان و مکاں کا احساس ختم ہو گیا تھا روحانی فیض میرے رگ و پے میں ساری تھا۔ دل میں اس قدر وسعت پاتا تھا کہ ساری کائنات اس میں سما گئی۔''

قاضی سلیمان کی کرامت نمبر ۷:۔

کرامات اہل حدیث میں یہ آپ کی ساتویں کرامت ہے۔ صوفی حبیب الرحمٰن کا بیان ہے کہ ۱۹۱۰ء میں جب حضرت ضیاء معصوم صاحب مرشد امیر حبیب اللہ خان شاہ کابل سے پٹیالہ تشریف لائے تو انہوں نے سرہند جانے کے لئے قاضی جی کو اپنے ساتھ لے لیا ,حضرت ضیاء معصوم جب روضہ حضرت مجدد الف ثانی پر مراقبہ کے لئے بیٹھے تو قاضی جی نے دل میں کہا کہ شائد ان بزرگوں نے آپس میں کوئی راز کی بات کہنی ہو، ان سے الگ ہو جانا چاہئے، ابھی آپ اپنے جی میں یہ خیال لے کر اٹھے ہی تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا کہ سلیمان بیٹھے رہو، ہم کوئی بات تجھ سے راز میں نہیں رکھنا چاہتے, صوفی صاحب کا بیان ہے کہ قاضی صاحب نے بعض دوستوں سے ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں بلکہ بیداری کا ہے۔

☆☆☆..........☆☆☆..........☆☆☆

حضور مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا وصال مبارک صفر المظفر میں ہوا، اس نسبت سے ان کی روشن تعلیمات کے ایک باب کا مطالعہ کیجئے۔

نبوت کے عقلی دلائل

تحقیق: حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ

ترتیب: غلام مصطفےٰ مجددی ایم اے

۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ میں برصغیر پاک و ہند کے طول و عرض پر اکبر اعظم پورے دنیوی جاہ و جلال کے ساتھ حکمرانی کر رہا تھا۔ پہلے پہل تو اس نے بڑے اچھے دن گزارے، علماء و اولیاء کی بارگاہ میں حاضری دیتا، نہایت ادب و احترام سے درس قرآن و حدیث سنتا، گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر ذکر و فکر میں مشغول ہوتا، پانچوں وقت نماز با جماعت کا اہتمام کرتا، فیض سحر گاہی سے لطف اندوز ہوتا مگر بعد میں اس کے خیالات میں تبدیلی آ گئی دراصل وہ ان پڑھ تھا، صوفیاء خام اور علماء سوء اور غیر مذہبی عناصر نے مل کر اسے دین ہدایت سے دور کر دیا اس کے گمراہی یہاں تک پہنچ گئی کہ اس نے نبوت محمدیہ اور رسالت مصطفویہ کا بھی انکار کر دیا۔ بلکہ ایک دور ایسا آیا کہ اس نے اپنے آپ کو نبی کہنا شروع کر دیا اس کے ایک درباری شاعر نے اس کے اس دعوے پہ خوب طنز کیا ہے۔

شاہ ما امسال دعوئ نبوت میکند
سال دیگر گر خدا خواہد، خدا خواہد شدن

پھر واقعی ایسا ہی ہوا کچھ مدت بعد خدائی دعویٰ بھی کر دیا اور لوگوں کو مجبور کیا کہ اسے سجدہ کیا جائے۔ ان پر آشوب حالات میں ملت اسلامیہ کے عظیم نگہبان حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ، نے نبوت محمدی کے بارے میں عقلی و فکری دلائل کے ساتھ اکبر اعظم کے حواریوں سے مناظرے کیے اور انہیں شکست فاش دی۔ اس موضوع پر اثبات النبوۃ جیسی بلند پایہ کتاب بھی رقم فرمائی اس کتاب میں تحریر فرماتے ہیں۔

میں نے بعض لوگوں سے مناظرہ کیا جنہوں نے فلسفہ پڑھا تھا اور کافروں کی کتابوں سے بہرہ یاب ہو کر فضل و فضیلت کے مدعی ہو گئے تھے۔ اور لوگوں کو گمراہ کیا اور اصل نبوت کی تحقیق اور ایک خاص شخص کیلئے اس کے ثبوت میں خود بھی گمراہ ہو گئے۔ میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ میں ان کے لئے ایسی تقریر کروں جو ان کے شکوک دور کر دے۔ (اثبات النبوۃ)

حضرت امام ربانی قدس سرہ، نے نبوت کے جو عقلی دلائل اس کتاب میں درج فرمائے ہیں یا اپنی دیگر رشحات مقدسہ میں ذکر کئے ہیں ہم ان کو ترتیب و تہذیب کے ساتھ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

وما توفیقی الا باالله

سیرت و کردار:

نبی کی سیرت و کردار اس کی نبوت کی بہت روشن دلیل ہوتا ہے۔ جس کو جھٹلانے کیلئے بڑے سے بڑے دشمن میں بھی ہمت نہیں ہوتی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے جانی دشمن ابو جہل ابولہب بھی آپ کو صدق و صفا، زہد و تقویٰ، علم و حکمت، عفو و رحمت کا عظیم شاہکار سمجھتے تھے۔ خود قرآن حکیم نے حضور ﷺ کی سیرت کردار کو حضور کی نبوت کی دلیل قرار دیا ہے۔ فرمایا کہ "میں تم میں ایک عرصہ بسر کر چکا ہوں کیا تم میں عقل نہیں" گویا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جس شخص نے کبھی دنیوی معاملات میں سچائی، امانت و دیانت اور عدل و انصاف کا دامن نہیں چھوڑا وہ رب تعالیٰ کے بارے میں اور اپنی نبوت کے حوالے سے اور قرآن حکیم کی نسبت کیسے جھوٹ بول سکتا ہے۔ امام ربانی قدس سرہ، نے اس عظیم دلیل کے متعلق خوب لکھا ہے، فرماتے ہیں۔

☆ ـــــ نبوت کے اعلان سے پہلے تبلیغ کے وقت اور تبلیغ دین کے بعد آنحضرت ﷺ کے واقعات و حالات واضح ثبوت ہیں۔ آپ کے اخلاق

حسنہ اور احکام حکمیہ بھی بین دلائل ہیں۔آپ ایسے خطرناک مواقع پر پیش قدمی فرماتے تھے جہاں بڑے بڑے بہادر انسان بھی پیچھے ہٹ جایا کرتے ۔نیز آپ نے نہ صرف مذہبی بلکہ دنیوی کاموں میں بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا ۔اگر آپ نے کبھی جھوٹ بولا ہوتا تو آپ کے دشمن اسے ساری دنیا میں مشہور کر دیتے۔آپ نے نہ دعویٰ سے پہلے اور نہ بعثت کے بعد کوئی غلط کام کیا ۔آپ امی ہونے کے باوجود نہایت فصیح و بلیغ تھے،آپ کو تبلیغ رسالت کے سلسلے میں طرح طرح کی تکلیفیں آئیں خود فرماتے ہیں کہ ''کسی نبی کو اتنی تکلیفیں نہیں دی گئیں جتنی مجھے دی گئی ہیں''۔اس کے باوجود آپ نے صبرو استقامت سے سب تکلیفوں کو برداشت کیا اور آپ کے عزم و ہمت میں کوئی فرق نہ آیا۔جب آپ دشمنوں پر غالب آگئے اور اس مقام پر پہنچ گئے کہ لوگوں کے مال وجان کے بارے میں فیصلے آپ کے حکم کے مطابق ہونے لگے تو اس مقام میں بھی آپ کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ آئی آپ نے آغاز زندگی سے لے کر آخر تک اعلیٰ ترین اخلاقی اصولوں کے مطابق زندگی بسر فرمائی،یہ تمام باتیں ثابت کرتی ہیں کہ آپ نبوت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے اور کوئی عقلمند اور انصاف پسند انسان اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا۔(رسالہ جہلیہ)

☆۔۔۔۔رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے اثبات کی دلیلوں میں سے دوسری دلیل جس کو معتزلہ میں سے جاحظ نے اور اہل سنت میں سے امام غزالی نے پسند کیا ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے آپ کے حالات اور دعوت کی حالت میں اور دعوت پوری ہونے کے بعد آپ کے حالات اور آپ کے عظیم اخلاق اور حکیمانہ احکام اور ایسی جگہ پیش قدمی کرنا جہاں بڑے بڑے بہادر ہچکچاتے ہوں یہ امور نبوت کے ثبوت کے لئے کافی ہیں۔آپ نے دین ودنیا کی مہمات میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ورنہ آپ کے دشمن مشہور کر دیتے اعلان نبوت سے پہلے اور بعد میں کبھی برے فعل کا اقدام نہیں کیا۔دنیاوی عمر کی ابتدا سے انتہا تک ایک ہی پسندیدہ طریقہ پر قائم رہے۔آپ اپنی امت پر حد درجہ شفیق تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

فلا تذھب نفسک علیھم حسرات اور فرمایا **فلعلک باخع نفسک** آپ بہت سخی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **ولا تبسطھا کل البسط** دنیاوی ساز وسامان کی طرف کبھی توجہ نہ دی۔قریش نے آپ کو مال،عورت اور سرداری کا لالچ پیش کیا کہ اپنی دعوت کو چھوڑ دیں مگر آپ نے ان چیزوں کو کوئی اہمیت نہ دی۔فقراء کے ساتھ بہت تواضع اور امراء کے ساتھ ترفع سے پیش آتے انتہائی خطرناک موڑ پر بھی دشمنوں کے مقابلے میں کبھی میدان نہیں چھوڑا۔غزوہ احد وخندق کے روز یہ بات آپ کے دل کے قوی اور باطن کے قوی ہونے کی دلیل ہے۔غرض جو شخص ان امور کا تتبع کریگا تو اس کو معلوم ہو جائیگا کہ اگرچہ ان میں سے ہر ایک خوبی نبوت پر تنہا دلالت نہیں کرتی کیونکہ کسی کا ایک آدھ خوبی میں ممتاز ہونا اس کے نبی ہونے پر دلالت نہیں کرتا لیکن ان سب کا مجموعہ صرف انبیاء کرام کو ہی حاصل ہوتا ہے۔نبی کریم ﷺ میں ان سب خوبیوں کا جمع ہونا آپ کے نبی ہونے کی عظیم دلیل ہے۔(اثبات النبوۃ)

۲......قرآن حکیم:

اللہ کریم نے اپنے محبوب عظیم ﷺ کی نبوت ورسالت کو ثابت کرنے کے لئے قرآن حکیم کی صورت میں ایسی دلیل نازل فرمائی جس کا کوئی جواب نہیں۔قرآن حکیم نے بڑے بڑے حکماء وبلغا کو چیلنج کیا مگر کسی میں اس کے ایک حرف کو بھی غلط ثابت کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔حضرت امام ربانی قدس سرہ،فرماتے ہیں۔

☆۔۔۔۔رسول اللہ ﷺ نے عرب کے فصیح وبلیغ لوگوں کو بلند وبانگ خطاب کیا اور دعوت دی کہ وہ قرآن جیسی ایک سورت پیش کریں اس قسم کے لوگ بکثرت تھے اور وہ انتہائی درجے کے متعصب تھے اور ان کی عہد جہالت والی غیرت بہت مشہور تھی مگر وہ قرآن مجید کی کسی چھوٹی سی سورت کے برابر بھی کوئی سورت نہ لا سکے۔یہاں تک کہ انہوں نے قلمی مقابلے پر جنگ کو ترجیح دی۔اگر وہ قلمی مقابلہ کر سکتے تو وہ ضرور کرتے اور ہمیں متواتر روایات سے اس کا علم ہوتا ہے اس لئے نقل رواۃ کے بہت سے ذرائع ہیں۔(رسالہ جہلیہ)

۳......تاریخی آثار:

نبی کی نبوت کیلئے آثار بھی فیصلہ کن کردار ادا کرتے ہیں۔کسی کے احوال وآثار کو دیکھ کر اس کے دعویٰ نبوت کے صدق وکذب کو پہچاننا کسی بھی صاحب عقل سلیم کیلئے مشکل امر نہیں،دنیا میں بڑے بڑے مفکر،مدبر،مصلح اور عہد ساز افراد گزرے لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبی کے احوال وآثار ان سے بھی ہزاروں درجہ زیادہ حقیقت افروز اور ضیاء آفرین نظر آتے ہیں۔کائنات میں

سب سے بڑا عقیدہ توحید ہے۔ جس طرح نبی عقیدہ توحید کو مانتا اور پیش کرتا ہے اور لوگوں کو علمی و عملی طور پر اس کی حقانیت کے جلوے دکھاتا ہے، کسی اور کو یہ سعادتیں نصیب کہاں؟ حضرت امام ربانی قدس سرہ' نے تاریخی آثار کو بھی نبی کی نبوت کی عقلی دلیل تسلیم کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

☆......امام غزالی نے اس کو یوں بھی بیان کیا ہے کہ اگر تمہیں کسی شخص معین کے متعلق شک ہو کہ وہ نبی ہے یا نہیں تو تمہیں اس کا یقین اسی طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ اس کے احوال کا ذکر یا تو مشاہدے کے ذریعے یا تواتر کے ذریعے یا ایک دوسرے سے سن کر اخذ کرے، کیونکہ جب تم نے ان کو نہ دیکھا ہو چنانچہ امام شافعی کے فقیہہ ہونے اور جالینوس کے طبیب ہونے کی معرفت سے تم عاجز نہیں رہو گے اور یہ معرفت حقیقی ہو گی۔ تقلید کی بنا پر نہیں ہو گی بلکہ اگر تم کچھ طب اور فقہ پڑھو گے اور انکی کتابوں کا مطالعہ کرو گے تو تمہیں ان دونوں کی حالتوں سے علم ضروری حاصل ہو گا اسی طرح جب تم نے نبوت کے معنی سمجھ لئے تو قرآن و حدیث میں بہت زیادہ غور کرو، اس وقت تمہیں اس کا علم ضروری حاصل ہو گا کہ نبی کریم ﷺ نبوت کے درجات پر فائز ہیں اور زمانہ کی دوری اس تصدیق میں مخل نہیں ہے۔ جس طرح سابق تصدیق میں مخل نہیں، اس لئے کہ آپ کے تمام اقوال و افعال صالحہ اور عقائد حقہ کے ذریعے قوت علمیہ و عملیہ میں نفوس بشریہ کی تکمیل کی خبر دیتے ہیں اور بیماریوں کے علاج اور تاریکیوں کے ازالے سے مطلع کریں اور نبوت کے معنیٰ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ (اثبات النبوۃ)

☆......ابوالفضل سے مناظرہ:

حضرت امام ربانی قدس سرہ' نے اسی معیار کو سامنے رکھتے ہوئے وقت کے بہت بڑے عالم ابوالفضل کو دندان شکن جواب دیا، ابوالفضل نے کہا ممکن ہے کہ فرشتہ نزول کرے لیکن یہ کیونکر معلوم ہوا کہ ایک مقررہ شخص پر اترتا ہے اور اشارہ حضرت خاتم النبین ﷺ کی طرف کیا آنجناب رضی اللہ عنہ' نے فرمایا تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ ابونصر فارابی اور ابن سینا حکیم تھے۔ کہا کتابیں اور ان کے علوم ان کی حکمت پر دلالت کرتے ہیں، آنجناب رضی اللہ عنہ' نے فرمایا پس اسی طرح قرآن اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نبی تھے اور فرشتہ ان پر اترتا تھا یہ سنکر ابوالفضل خاموش ہو گیا

''(روضۃ القیومیہ ج ۱)

۴......انقلاب آفرین دعوت:

نبی کی دعوت و تعلیم میں انقلابی تاثیر ہوتی ہے کہ جس سے جہالت کے پرستار ہدایت کے علمبردار بن جاتے ہیں، روحوں کی دنیا نکھر جاتی ہے۔ دلوں میں اجالے سمٹ آتے ہیں۔ زمانہ اس پر شاہد ہے کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کے دم قدم سے عرب کے بدو، تہذیب و تمدن کے معمار اور عجم کے گنوار فکر و آگہی کے مینار ثابت ہوئے، حضور کی صدائے لاہوتی سے صدیوں کا جمود ٹوٹ گیا اور ہر طرف توحید و رسالت کا پرچم لہرانے لگا۔ یہ انقلاب آفرین دعوت آپ کے نبی ہونے کی واضح دلیل ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ' فرماتے ہیں۔

☆......رسول اللہ ﷺ نے ایسی قوم کے درمیان دعویٰ کیا جن کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی اور نہ ہی ان میں کوئی حکمت تھی بلکہ وہ حق سے اعراض کئے ہوئے تھے یعنی یا تو مشرکین کی طرح بتوں کی پوجا کرتے تھے یا یہود کی طرح دین تشبیہ و صنعت تزویر اور بے سروپا توں کو رائج کرتے تھے یا مجوس کی طرح دو خداؤں کے پجاری اور محارم سے نکاح کرتے یا نصاریٰ کی طرح باپ، بیٹا بنا کر تثلیث کے قائل تھے۔ آپ نے ان لوگوں میں دعویٰ کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن کتاب اور حکمت لے کر آیا ہوں تا کہ مکارم اخلاق کو پورا کروں۔ یعنی عقائد حقہ کے ذریعے لوگوں کی قوت علمیہ اور اعمال صالحہ کے ذریعے ان کی قوت عملیہ کو کامل کروں اور دنیا کو ایمان اور اعمال صالحہ کے ذریعے منور کروں چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیا جیسا کہ اللہ نے اس کا وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ وہ کھوٹے دین کمزور پڑ گئے اور فاسد کام زائل ہو گئے۔ بلکہ توحید کے آفتاب اور تنزیہ کے چاند اطراف عالم میں چمک اٹھے اور نبوت کے یہی معنی ہیں کیونکہ نبی وہی ہے جو نفوس بشریہ کی تکمیل کرتا ہے اور دل کے امراض کا علاج کرتا ہے اور جب مریض دلوں کے علاج اور تاریکیوں کے دور کرنے میں جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کی دعوت کی تاثیر کامل و اکمل تھی تو آپ کے نبی ہونے کا یقین ضروری ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ آپ جملہ انبیاء و مرسلین سے افضل ہیں۔ (اثبات النبوۃ)

۵......معجزات کا ظہور:

اللہ کریم نے اپنے نبیوں کو عظیم الشان معجزات عطا فرمائے جو انکے اقتدار و اختیار کی دہائی بھی دیتے رہے اور ان کے صادق الوعد اور راسخ العمل ہونے کی نشانی بھی ٹھہرے، ہر نبی کا معجزہ اس کے دور کی مادی اور روحانی قوتوں پر غالب ہے ہوتا تھا۔ ہمارے نبی حضور سرور عالم ﷺ کا دور نبوت قیامت تک پھیلا ہوا ہے، اسلئے ہمارے نبی کو ایسے ایسے معجزات عطا کئے گئے، جو قیامت تک ہونے والی حیرت ناک انسانی کاوشوں کا منہ چڑا رہے ہیں۔ انسان نے سائنس کی بدولت آج چاند پر قدم رکھا ہے، ہمارے نبی نے صدیوں پہلے ہی اپنی انگشت نازنین کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کر کے بتا دیا کہ سائنس کی تمام جولانیاں بھی نبی کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، اسی طرح سورج کو واپس لانا، پتھروں سے کلمے پڑھانا۔ خشک کھجوروں کو ہرا بھرا کرنا، انگلیوں سے دودھ اور پانی کے چشمے بہانا، ہمارے نبی کی دائمی برتری کی گواہی دے رہے ہیں۔ بلکہ ہمارے نبی تو سراپا معجزہ بن کر تشریف لائے۔

خلیل و نوح و کلیم و مسیح کی صف میں
تمہارے جیسا کوئی دوسرا نہیں ملتا

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے معجزے کو بھی دلائل نبوت میں شمار کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

☆......ہر وہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرے اور معجزات دکھلائے اسے صحیح معنوں میں نبی اور پیغمبر تسلیم کر لینا چاہئے تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ نبوت کے دعویدار کی طرف سے معجزہ کے بعد وہ لوگوں کے دلوں میں اس کی صداقت کا یقین پیدا کر دیتا ہے۔ کیونکہ بالعموم جھوٹے انسان کی طرف سے معجزہ کا اظہار نہیں ہو سکتا، اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی یہ کہے میں پیغمبر ہوں۔ پھر وہ پہاڑ کو اکھاڑ کر لوگوں کے سروں پر کھڑا کر دے اور یہ کہے اگر تم مجھے جھٹلاؤ گے تو یہ تمہاری طرف سے ہٹ جائے گا۔ پھر تب لوگ اس کی تصدیق کرنے کا ارادہ کریں تو فی الواقع وہ پہاڑ ان سے دور ہو جائے گا اور جب وہ اسے جھٹلانے کا قصد کریں تو ان کے قریب آ جائے ایسی صورت میں واضح طور پر یقین حاصل ہو گا کہ یہ شخص اپنے دعویٰ نبوت میں سچا ہے اور عقل و عادت یہی فیصلہ کرے گی کہ ایک جھوٹا شخص ایسا کام نہیں کر سکتا۔ (رسالہ تہلیلہ)

معتزلہ نے کہا کہ جھوٹے کے ہاتھ پر معجزہ پیدا کرنا اللہ کی قدرت میں ہے اسلئے کہ اس کی قدرت عام ہے۔ لیکن اس کا وقوع اس کی قدرت پر ممتنع ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں اس کے سچے ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے اور گمراہ کرتا ہے جو ایک قبیح بات ہے چنانچہ اس کا صدور اللہ تعالیٰ سے دیگر قبائح کی طرح ممتنع ہے۔ کی دلالت من وجہ ضروری ہے کیونکہ اسی وجہ سے صحیح دلیل فاسد سے ممتاز ہوتی ہے۔ اگر چہ ہم اس کی وجہ کو متعین طور پر نہ جانیں۔ پس اگر وہ معجزہ جو جھوٹے کے ہاتھ پر ظاہر ہو اور وہ صدق پر دلالت کرے تو جھوٹا سچا ہو جائے گا اور یہ محال ہے ورنہ معجزہ اس چیز سے جدا ہو جائے گا جو اس کو لازم ہے یعنی اپنے مدلول پر اس کی قطعی دلالت اور یہ بھی محال ہے، (اثبات النبوۃ)

قاضی نے کہا کہ ظہور معجزہ کا صدق کے ساتھ شامل ہونا امر لازم ہے یعنی لزوم عقلی نہیں ہے جیسا کہ فعل کا وجود جو فاعل کے وجود کو شامل ہے بلکہ وہ ایک عادی امر ہے جیسا کہ تم نے جان لیا پس اگر ہم اس کی عادی جگہ سے اس کے انحراف کو جائز قرار دیں تو معجزہ کا صدق کے اعتقاد سے خالی کرنا جائز ہوگا، اور اس وقت جھوٹے کے ہاتھ پر اس کا ظاہر کرنا جائز ہوگا، اس میں کوئی دشواری نہیں، بجز اس کے معجزے میں خرق عادت ہوتا ہے اور یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ وہ جائز ہے لیکن اس کو جائز قرار دیئے بغیر اس کا اظہار جھوٹے کے ہاتھ پر جائز نہیں اسلئے کہ جھوٹے کے سچے ہونے کا علم محال ہے میں کہتا ہوں کہ عادی امور کا ان کے عادی جگہ سے ہٹنے کو مطلقاً جائز قرار دینا اس کو واجب کرتا ہے کہ معجزہ کو نبی کے صدق کے اعتقاد سے خالی کرنا بھی جائز قرار دیا جائے اسلئے کہ اس کے صدق کا علم معجزہ کے بعد عادی ہے، اس صورت میں صادق کا امتیاز کاذب سے نہیں ہو سکتا، اور اثبات نبوت کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اسکے ثابت کرنے میں اعتماد اس پر ہے کہ معجزے کے ظاہر ہونے کے وقت نبی کے صادق ہونے کا علم ضروری عادی طور پر حاصل ہو، بلکہ لازم آتا ہے کہ معجزہ، معجزہ نہ رہے اور یہ کہ اس کی دلالت صدق پر بالکل نہ ہو۔ اس لئے کہ باعتبار اپنے خرق عادت کے معجزہ کہا جاتا ہے اور صدق پر دلالت کرتا ہے۔ پس اگر ہم مطلقاً خرق عادت کو جائز قرار دیں تو وہ اس صورت میں دلالت نہ کرنے کے اعتبار سے امور عادیہ کی طرح ہوں گے۔ مثلاً روزانہ آفتاب کا طلوع ہونا۔ پس حق اس مقام میں وہ ہے جو میں تم

سے بیان کرتا ہوں کہ ہم نے خرق عادت کو صرف نبی کے حق میں اعجاز کے طور پر اور ولی کے حق میں کرامت کے طور پر اس کے سفسطہ ہونے کے باوجود جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس کا حصول اور اس کا تحقق ہر زمانے میں ہے، یہاں تک کہ عادت مستمرہ ہوگئی ہے کہ اس کا انکار ممکن نہیں اور اس کا مستعبد ہونا مر تفع ہوگیا ہے۔(اثبات النبوۃ)

☆......علماء نے نبی کریم ﷺ کی نبوت کے اثبات میں دلیلیں دی ہیں، پہلی دلیل جو جمہور علماء نے دی ہے وہ یہ ہے کہ حضور نے نبوت کا دعویٰ کیا اور آپ کے ہاتھوں پر معجزات کا ظہور ہوا، پہلی یعنی دعوئے نبوت والی بات متواتر ہے اور تواتر بھی ایسا جو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے قائم مقام ہے۔ جس کے انکار کی گنجائش نہیں دوسری بات ظہور معجزات والی تو آپ کے معجزات میں سے قرآن مجید بھی ہے۔ قرآن مجید اس وجہ سے بھی معجزہ ہے کہ آپ نے اس کے ذریعے تحدی کی اور کسی نے معارضہ نہ کیا، جہاں تک تحدی کا تعلق ہے تو یہ بھی متواتر ہے اور اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں، جب قرآن مجید نے تحدی کی اور بڑے بڑے بلغاو فصحائے عرب سے اس جیسی سورت لانے کو کہا تو باو جود یکہ لوگوں کی تعداد بطحا کے سنگ ریزوں سے زیادہ تھی اور اس چیز کی اشاعت کے سب سے زیادہ حریص تھے جو آپ کے دعویٰ کو باطل کرتی علاوہ ازیں وہ غایت عصبیت وحمیت جاہلیہ کے لحاظ سے مشہور تھے بلکہ مباہات اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی خاطر دوسروں کو ہلاک کر دینے میں مصروف تھے۔ لیکن اس کے باوجود اس جیسی ایک سورت بھی پیش کرنے سے قاصر رہے۔ یہاں تک کہ الفاظ کے ذریعے معارضہ کرنے کے بدلے انہوں نے تیغ آزمائی کو ترجیح دی، پس اگر وہ اس معارضہ پر قادر ہوتے تو معارضہ کر تے اور اگر معارضہ کرتے تو وہی ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچتا کیونکہ اس کے نقل کرنے کے بہت سے ذرائع تھے۔ (اثبات النبوۃ)

☆......باقی معجزات مثلاً شق القمر، جمادات کا کلام کرنا اور حرکت کر کے آپ کی طرف آنا حیوانات کا کلام کرنا تھوڑی خوراک سے بہت لوگوں کو آسودہ کر دینا اور انگلیوں کے درمیان پانی کے چشمہ پھوٹ پڑنا اور غیب کی خبریں دینا اس قسم کے افعال بہت زیادہ ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں تو اگر چہ ان معجزات میں سے ہر ایک مواتر نہیں ہے۔ لیکن ان کے درمیان قدر مشترک یعنی معجزہ کا ثبوت بلاشبہ متواتر ہے۔(اثبات النبوۃ)

باقی رہا نبوت کا معجزات کے ذریعے ثابت کرنا تو یہ برہان انی ہے اور یہ دلیل نبوت کے ثابت کرنے میں طریق حکما کے قریب ہے اس لئے کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ لوگ اپنے معاش و معاد میں ایک ایسے شخص کے محتاج ہیں جس کی تائید اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی ہو اور وہ ان لوگوں کیلئے ایسا قانون وضع کرے جو دونوں جہان میں ان کی سعادت کا ذریعہ ہو۔(اثبات النبوۃ)

۶......نگاہ غیب آشنا:

نبی کی نگاہ نبوت کے سامنے غیب وشہادت یکساں ہوتے ہیں بلکہ نبی کا معنی ہی غیب دان ہوتا ہے **النبوہ ھی المقام المر تفع** نبوت کہتے ہی مقام بلند کو ہے کہ جس پہ کھڑا ہونے والا آگے بھی دیکھتا ہے، پیچھے بھی دیکھتا ہے اوپر بھی دیکھتا ہے، نیچے بھی دیکھتا ہے، عرش بھی دیکھتا ہے، فرش بھی دیکھتا ہے، دوزخ بھی دیکھتا ہے، جنت بھی دیکھتا ہے، ازل بھی دیکھتا ہے، ابد بھی دیکھتا ہے، اتنی وسیع نظر اور اتنا دقیع علم اس کی نبوت کی دلیل بن جاتا ہے، امام ربانی قدس سرہ' فرماتے ہیں

☆......عقل کے اوپر ایک اور درجہ ہے جس میں اس کی دوسری آنکھ کھل جاتی ہے اور اس کے ذریعے غیب کو اور مستقبل میں ہونے والے اور دیگر ایسے امور کو دیکھتا ہے جس سے عقل معزول ہوتی ہے جس طرح کہ قوت حس تمیز کے مدرکات سے معزول ہے اور جس طرح کہ تمیز والے کے سامنے مدرکات عقل پیش کئے جائیں تو وہ ان کا انکار کر دے اور مستعبد جانے، چنانچہ اس طرح بعض عقلا نے مدرکات نبوت کا انکار کیا اور انہیں مستعبد جانا اور یہ عین جہل ہے اسلئے کہ ااستناد کا سبب بجز اس کے کچھ نہیں کہ یہ ایسا ہے جہاں تک وہ پہنچا نہیں۔ اور نہ وہ اس کے حق میں پایا گیا ہے پس اس نے گمان کیا کہ وہ فی نفسہ موجود نہیں اور مادرزاد اندھا اگر تواتر اور تسامع سے رنگوں اور شکلوں کو نہ جانے اور اس کے سامنے یہ چیزیں ابتدأ بیان کی جائیں تو وہ نہ ان کو جانے گا اور نہ ان کا اقرار کرے گا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی مخلوق کے قریب کر دیا ہے۔ اس طرح پر کہ ان کو خاصہ نبوت کا ایک نمونہ عطا کیا اور وہ نیند ہے کہ سونے والا غیب کا کا ادراک کرتا ہے۔ جو عنقریب ہونے والا خواہ صریحاً یا لباس مثال میں ہو جو تعبیر سے منکشف ہوتا ہے۔ (اثبات النبوۃ)

☆......اس طرح نبوت سے مراد وہ درجہ ہے جس میں ایسی نظر حاصل ہوتی ہے کہ اس کی روشنی میں غیب اور وہ دیگر امور ظاہر ہوتے ہیں جن کا ادراک

عقل نہیں کر سکتی اور نبوت میں شک یا تو اس کے امکان میں یا اس کے وجود میں یا ایک شخص معین کیلئے اس کے حصول میں ہوگا۔ حالانکہ اس کا وجود اس کے امکان کی دلیل ہے اور اس وجود کی دلیل وہ علوم و معارف ہیں جن کا عقل سے حاصل ہونا متصور نہیں ہوسکتا، مثلاً علم طب و نجوم کہ جو شخص ان دونوں علوم سے بحث کرے گا اس کو بالبداہت اس کا علم ہوگا کہ ان دونوں کا ادراک الہام الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے توفیق کے بغیر نہیں ہوسکتا اور تجربہ کے ذریعے ان دونوں کی طرف پہنچنے کا راستہ نہیں کیونکہ بعض احکام نجوم ایسے ہیں کہ ہر ہزار سال میں ایک بار واقع ہوتے ہیں تو یہ تجربہ سے کس طرح حاصل ہوسکتا ہے یہی حال ادویہ کے خواص کا ہے پس اس دلیل سے ظاہر ہوا کہ جن امور کا ادراک عقل نہیں کرسکتی ان کے ادراک کے طریقے کا وجود ممکن ہے اور نبوت سے یہاں یہی مراد ہے کیونکہ نبوت صرف اسی سے عبارت ہے بلکہ اس جنس کا ادراک جو مدرکات عقل سے خارج ہے۔ نبوت کے خواص میں سے ہے اور اس کے علاوہ نبوت کے اور بھی بہت سے خواص ہیں ان خواص میں جو ہم نے بیان کئے ہیں وہ سمندر کا ایک قطرہ ہے۔ (اثبات النبوۃ)

☆......اور اگر ان عجیب افعال پر غور کرے جو آپ ﷺ سے ظاہر ہوئے اور غائب کے عجائب پر غور کرے جن کے متعلق قرآن مجید میں آپ کی زبان کے ذریعے خبر دی گئی اور ان خبروں پر غور کرے جو آخری زمانے کے متعلق دی گئی ہیں اور جس طرح آپ نے ذکر کیا اسی طرح ان کے وقوع پر غور کرے تو اسے لازمی طور پر اس کا علم حاصل ہوگا کہ آپ اس درجے پر پہنچے ہوئے ہیں جو عقل سے ماوراء ہے اور اس میں وہ نظر کھل جاتی ہے جس سے غیب اور وہ خواص اور امور منکشف ہو جاتے ہیں جن کا ادراک عقل نہیں کرسکتی۔ اور نبی اکرم ﷺ کی صداقت کے ضروری علم کو حاصل کرنیکا یہی طریقہ ہے۔

۷......فضائل خاتم نبوت:

ہمارے نبی حضور ﷺ کو بیشمار فضائل عطا فرمائے گئے جن کے سبب حضور انبیاء و رسل میں بھی ممتاز نظر آتے ہیں۔ اور فضائل پکار کر کہہ رہے ہیں کہ حضور ہی ختم نبوت کے تاجدار ہیں، حضور ہی بزم رسالت کے محور و مدار ہیں، ہر مسلمان، مرد و عورت کیلئے حضور کے فضائل کو سیکھنا واجب ہے کہ حضور کی ختم نبوت کا عقیدہ اس کے دل و جاں میں پوری طرح سرائیت کر جائے، حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے جا بجا ان فضائل کو نہایت اہتمام سے قلمبند فرمایا، فرماتے ہیں۔

☆......محمد رسول اللہ ﷺ تمام نبیوں کے خاتم اور آپ کا دین ادیان سابقہ کا ناسخ ہے، اور آپکی کتاب پہلی کتب سے بہترین ہے۔ آپکی شریعت کا ناسخ کوئی نہیں ہوگا اور قیامت تک یہی شریعت رہے گی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو نزول فرمائیں گے وہ بھی آپ کی شریعت ہی پر عمل کریں گے اور آپ کے امتی کی حیثیت سے رہیں گے۔ (مکتوب ۶۷ دفتر دوم)

☆......حضرت محمد ﷺ اولاد آدم میں سردار اور آقا ہیں اور قیامت کے دن سب سے زیادہ تعداد آپ کے پیروؤں کی ہوگی، آپ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اولین و آخرین میں سب سے زیادہ معزز ہیں، بروز حشر آپ سب سے پہلے قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے آپ ہی سب سے پہلے شفاعت فرمانے والے ہیں، سب سے پہلے آپ کی شفاعت ہی قبول ہوگی۔ سب سے پہلے آپ ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ اور آپ کیلئے دروازہ کھولا جائے گا، قیامت کے دن حمد کا پرچم آپ ہی کے ہاتھوں میں ہوگا، اور اس پرچم کے نیچے حضرت آدم اور تمام انبیاء کرام اور تمام لوگ ہونگے آپ ہی کی وہ مبارک ہستی ہے جس کے بارے میں خود ارشاد فرمایا کہ ہم سب کے بعد آنے والے ہیں لیکن قیامت میں سب سے آگے ہوں گے، آپ نے فرمایا میں بغیر فخر کے کہتا ہوں کہ میں اللہ کا حبیب ہوں رسولوں کا امام و پیشوا ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں ہے۔ میں خاتم النبیین ہوں اور مجھے اس پر بھی کوئی فخر نہیں۔ میں محمد بن عبداللہ ابن عبدالمطلب ہوں، خداوند تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان کے بہترین میں بنایا پھر ان کی دو جماعتیں بنائیں تو مجھے ان کی بہترین جماعت میں سے بنایا اور پھر ان کے قبیلے اور خاندان بنائے تو مجھے ان کے بہترین خاندان میں بنایا۔ پھر ان کے گھرانے بنائے تو مجھے بہترین گھرانے سے بنایا۔ لہٰذا میں ان گھرانے کے اعتبار سے بہترین اور اپنی ذات کے اعتبار سے بہترین ہوں۔ (معارف لدنیہ)

☆......جب لوگ اٹھائے جائیں تو میں سب سے پہلے نکلوں گا جب وہ وفد بنائیں جائیں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا، جب وہ خاموش ہوں گے تو میں ان کی شفاعت کروں گا، ان کی طرف سے عرض کروں گا۔ جب وہ روک دیئے جائیں تو میں ان کی شفاعت کروں گا، جب وہ مایوس ہونگے تو میں ان کو بشارت دوں گا،

بزرگی کی کنجیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گے۔ لوائے حمد میرے ہاتھ میں ہوگا، میں اپنے رب کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا ہوں میرے گرد ایک ہزار خادم گھومتے ہونگے۔ جیسے پوشیدہ انڈے یا بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ قیامت کے دن میں سارے نبیوں کا بھی امام، خطیب اور

شفیع ہوں گا، اور یہ میں فخر سے نہیں کہتا، (رسالہ تہلیلیہ)

☆......اگر حضور نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا نہ کرتا اور اپنی ربوبیت کا اظہار نہ کرتا اور آپ اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ (ایضاً)

☆......اتنی بات سمجھ لینی چاہئے کہ حالات معراج حضور اکرم ﷺ کے جسم اور روح دونوں کو پیش آئے تھے اور جو مشاہدات کئے تھے وہ بصارت اور بصیرت دونوں سے ہوئے تھے لیکن دوسروں کو جو طفیلی ہیں اگر یہ حالت بطور طبعیت کے پیش آتی ہے تو وہ صرف روح تک ہی محدود رہتی ہے۔ اور بصیرت کے ساتھ مخصوص ہوا کرتی ہے (مبداء و معاد)

☆......حجاب کا شکار ہونے والی نسلوں نے حضور اکرم ﷺ کو بشر کہا اور باقی انسانوں جیسا تصور کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ منکر ہو گئے اور خوش قسمت لوگوں نے انہیں رسالت کے رنگ میں دیکھا رحمت عالم و عالمیان جانا اور تمام انسانوں سے آپ کو ممتاز دیکھا تو ایمان جیسی متاع عزیز سے مشرف ہو گئے اور ان کا شمار نجات والوں میں ہو گیا۔ (مکتوب ٦٠ دفتر سوم)

☆......علم جملی جو کہ صفات اضافیہ سے ہو گیا ہے وہ ایک ایسا نور ہے جو عنصری پیدائش میں اصلاب سے متعدد ارحام میں پہنچتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور مصلحتوں کے مطابق انسانی صورت میں جو بہترین شکل ہے ظاہر ہوا اور وہی محمد اور احمد کے نام سے موسوم ہوا ﷺ۔ (مکتوب ١٠٠ دفتر سوم)

☆......کشف صریح سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی پیدائش اس امکان سے ہے جو صفات اضافیہ سے تعلق رکھتا ہے اس امکان سے نہیں جو تمام ممکنات عالم میں ثابت ہے۔ جس قدر بھی گہری نظر سے دیکھا جائے تو حضور کا وجود اس میں شہود نہیں ہوتا حضور کی پیدائش کا منشا اور آپ کا امکان صفات اضافیہ کا وجود اور ان کا امکان محسوس ہوتا ہے۔ جب حضور عالم ممکنات میں سے نہیں ہوں گے بلکہ اس عالم سے اوپر سے ہوں گے تو یقینی بات ہے کہ ان کا سایہ اس سے لطیف تر ہوتا ہے لیکن جب ان سے لطیف تر اس دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے تو ان کا سایہ کس صورت میں ہوتا (مکتوب ١٠٠ دفتر سوم)

☆......جاننا چاہئے کہ خلق محمدی دوسرے انسانی افراد کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ افراد عالم میں سے کسی بھی فرد کی پیدائش سے مناسبت نہیں رکھتی رسول اللہ ﷺ عنصری پیدائش کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ خود فرمایا۔ **"خلقت من نور الله"** میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں۔ (مکتوب ١٠٠ دفتر سوم)

سالانہ شہادت کانفرنس کی روداد

غلبہ اسلام کی ملک گیر تحریک شیران اسلام کے قیام کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اللہ رب العزت اور اس کے محبوب پاک کی شان و عظمت کے روشن تذکروں سے اہل اسلام کے دلوں کو گرمایا جائے۔ اس سلسلہ میں حسب معمول ١٢ محرم الحرام بروز اتوار نقش لاثانی نگر شکر گڑھ کی جامع مسجد "خاتون جنت" کے پر رونق ماحول میں خاتون جنت کے لخت جگر سید الشہداء حضور امام عالیمقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد میں سالانہ شہادت کانفرنس منعقد کی گئی، جس کی صدارت حضور پیر سید غلام محی الدین گیلانی مرکزی صدر بزم لاثانی پاکستان نے فرمائی اور اس کی قیادت بانی شیران اسلام اور سرپرست اعلیٰ حضور قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب دامت برکاتھم نے فرمائی۔ کانفرنس میں ملک کے جلیل القدر علماء کرام شریک ہوئے، جن میں حضرت علامہ محمد صدیق ضیاء صاحب نے نقابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ فخر السادات حضور قبلہ پیر سید سجاد علی حیدر مرکزی سجادہ نشین آستانہ عالیہ کیلیانوالہ شریف نے خصوصی خطاب فرمایا، مجاہد ملت جناب شجاعت علی مجاہد امیر شیران اسلام، حضرت علامہ محمد نور المصطفیٰ رضوی ناظم اعلیٰ شیران اسلام، حضرت علامہ شفقات احمد نقشبندی، حضرت علامہ قاری خالد محمود صاحب اگوکی، حضرت علامہ غلام مصطفے مجددی، حضرت علامہ محمد نواز نقشبندی، حضرت علامہ ثناء اللہ قادری، حضرت علامہ امجد سروانی، نے اپنے خطابات سے حاضرین محفل کو نوازا، تمام مقررین نے نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ شہدائے کربلا کی بارگاہ میں نذرانہ محبت پیش کیا، حاضرین کی بہت بڑی تعداد نے بھی اہل بیت اطہار کے ساتھ اپنی دلی وابستگی کا ثبوت پیش کیا۔ نعت خواں حضرات بھی ان کی عظمت کے ترانے الاپتے رہے، ایک کیف و گداز کا عالم تھا جو پوری محفل پہ جاری تھا، ہر آنکھ غم کربلا میں اشکبار تھی۔ جناب علامہ شفقات احمد نقشبندی، صاحبزادہ نور المصطفیٰ رضوی، شجاعت علی مجاہد اور پیر سید سجاد علی حیدر صاحب کے خطابات بہت تحریکی تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس وقت بھی یزید دجلہ و فرات کی وادیوں میں للکار رہا ہے، امت مسلمہ کو حسینیت کا پرچم بلند کرتے ہوئے اس کا مقابلہ کرنا چاہئے، آخر میں تحریک کے سرپرست اعلیٰ قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب نے تمام مہمانان گرامی کا شکریہ ادا کیا اور اپنی ولولہ انگیز نظم سنائی جس نے حاضرین محفل کو تڑپایا۔ اور کانفرنس کی اختتامیہ دعا حضور قبلہ عالم پیر سید غلام محی الدین گیلانی مدظلہ العالی نے فرمائی

لفظ داتا کا مجازی استعمال

ابوطلحہ نوری ایم اے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صفر المظفر کے ماہِ مکرم میں بہت سے اولیا کرام کا وصال ہوا جن میں مخدوم امم حضرت داتا علی ہجویری قدس سرہٗ کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ آپ کا شمار امت مرحومہ کے جلیل القدر عارفین اور مبلغین میں ہوتا ہے۔ برصغیر پاک وہند میں آپ کے احسانات ابر رحمت کی طرح نازل ہوئے، اس لئے یہاں کے مسلمانوں نے آپ کو ''داتا'' کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمان آپ کو ''داتا کن معنوں میں پکارتے ہیں۔ حقیقی معنوں میں یا مجازی معنوں میں، حقیقی معنوں میں تو ''داتا'' صرف اللہ رب العزت کی ذات پاک ہے، جو کوئی اس کے علاوہ کسی اور کو حقیقی، ذاتی اور استقلالی طور پر ''داتا'' سمجھے وہ اسی وقت مشرک اور کافر ہو جائے گا۔ ظاہر ہے ایسا عقیدہ کسی مسلمان کا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا مسلمان کے بارے میں حسن ظن رکھنا چاہیے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے، **یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیراً من الظن، ان بعض الظن اثم**۔ اے ایمان والو زیادہ تر بدگمانی سے بچا کرو، بے شک بدگمانی گناہ ہے۔ جہاں تک کہ لفظ ''داتا'' کے مجازی معنوں کا تعلق ہے تو یہ بجا طور بزرگان دین کیلئے استعمال ہو سکتا ہے ''داتا''، سنسکرت زبان کا لفظ ہے، اردو اور پنجابی میں بھی مستعمل ہے۔ اس کا مطلب ''دینے والا'' ایسے الفاظ کے مجازی استعمال کی قرآن وحدیث میں کافی مثالیں پائی جاتی ہیں، یاد رہے کہ ولی کبیر، حلیم، رب، کافی، سمیع، مولا، حفیظ، ظہیر، رؤف، نصیر، رحیم، عزیز۔ سید، عظیم، جمیل، علیم، طبیب، حکیم، ظاہر، حق، جواد وغیرہ سب صفاتی نام ہیں اور حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ ہی کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور اس کے عطا کرنے یہ صفاتی نام مجازی طور بزرگان دین کیلئے بھی استعمال ہوئے۔ کیا لفظ ''داتا'' ان مذکورہ ناموں سے زیادہ ''نازک'' ہے جو مجازی طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا؟ یہ الگ بات ہے کہ ''داتا'' کا پورا پورا مفہوم بھی قرآن پاک نے مجازی طور پر استعمال فرمایا ہے لیکن محدود ذہن وفکر کے حامل افراد غور نہیں کرتے، ہمارے خیال میں لفظ ''رب'' سب سے زیادہ نازک پہلوؤں کا مالک ہے۔ جس کا معنیٰ ہے ''پالنے والا'' یہ لفظ قرآن پاک نے دیکھئے کیسے مجازی طور پر استعمال کیا ہے۔

۱......حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ انہوں نے عزیز مصر کے بارے میں کہا'' **انہ ربی** ''وہ میرا رب ہے، (سورۃ یوسف)

۲......دو قیدیوں میں سے ایک کے بارے میں فرمایا'' **فیسقی ربہ خمراً** '' وہ اپنے رب کو شراب پلائے گا۔ (سورۃ یوسف)

۳......والدین کیلئے لفظ ''رب'' استعمال ہوا۔ '' **کما ربینی صغیراً** '' جیسے انہوں نے میری پرورش کی بچپن میں۔

اب ظاہر ہے کہ کوئی عقلمند انسان جرات نہیں کر سکتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر اور بادشاہ مصر کیلئے اور خود رب العالمین نے انسان کے ماں باپ کیلئے لفظ ''رب'' استعمال کر کے شرک وکفر کی تعلیم دی ہے۔ اسی طرح اللہ کریم نے اور بھی بہت زیادہ صفاتی نام اپنے نبیوں اور ولیوں کو عطا فرمائے ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن پاک میں ہے............

☆......حضرت انسان کیلئے فرمایا'' **و جعلناہ سمیعاً بصیراً** '' یعنی انسان کو ہم نے سننے والا اور دیکھنے والا بنایا۔

☆......حضور نبی اکرم ﷺ کیلئے فرمایا **و بالمومنین رؤف رحیم "** اوروہ ایمان والوں کیلئے روف اور رحیم ہیں۔

☆...... **لقول رسول کریم** یہ کریم رسول کے ساتھ باتیں ہیں۔

☆......حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا "انہوں نے کہا **انی حفیظ" علیم"** میں حفاظت کرنے والا علم والا ہوں۔

☆......انہوں نے فرمایا" **انا خیر المنزلین** ، میں بہترین مہمان نواز ہوں۔

☆......حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا **اواہ" حلیم "** ۔ آہیں بھرنے والا حلم والا۔

☆......حضرت اسماعیل السلام کے بارے میں فرمایا **بغلام حلیم**۔حلم والا بیٹا۔

☆......حضرت یحیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا **سیداً حصوراً** سردار اور عورتوں سے بچنے والا۔

☆......ولی کا لفظ رسول اور سب ایمان والوں کیلئے استعمال فرمایا **انما ولیکم الله ورسوله' والذین امنو** تمہارا ولی (مددگار) اللہ، اس کا رسول اور سب ایمان والے ہیں۔

☆...........حضرت جبریل اور نیک ایمان والے اس کے' مولا' ہیں یعنی مددگار ہیں۔

☆......فرشتوں کے بارے میں فرمایا **والملائکه بعد ذالک ظهیر** ، اوراس کے بعد فرشتے بھی ظہیر (پشت پناہ) ہیں

☆......ایمان والوں کے بارے میں فرمایا، **حسبک الله ومن اتبعک من المومنین** ،تمہیں اللہ کافی ہے۔اورایمان والے اطاعت گزار کافی ہیں۔

☆......حضور ﷺ کے بارے میں فرمایا **کافة للناس** ،سب انسانوں کیلئے کافی بنا کر بھیجا۔

الغرض مجازی معنوں میں بہت سے نام استعمال ہوئے کوئی ایک مثال ہوتو بیان کی جائے ؎

سفینہ چاہیئے اس بحر بیکراں کیلئے

یہاں تک لفظ" داتا" کا ذکر ہے تو چونکہ یہ لفظ سنسکرت زبان کا ہے اس لئے قرآن پاک عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے وارد نہیں ہوا ہاں اس کا مفہوم پوری طرح استعمال ہو چکا ہے۔

☆......حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں فرمایا **و ما اتا کم الرسول** اور جو کچھ تمہیں رسول عطا کرے۔

☆......**ان اغنهم والله ورسوله' من فضله** ۔اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے سے فضل سے غنی عطا کیا،

☆...... **وانعمت علیه**، اے رسول آپ نے اس (زید) پر انعام فرمایا۔

☆......حضرت جبریل علیہ السلام کے بارے فرمایا **لاهب لک غلاماً ذکیا** (حضرت جبریل نے) کہا تا کہ" میں تجھے (اے مریم) صاف ستھرا بیٹا عطا کروں۔

عطا کرنے والا، دینے والا ، (داتا) غنی کرنے والا، بیٹا عطا کرنے والا، انعام فرمانیوالا ،حقیقی طور پر کون ہے استقلالی طور پر کون ہے۔ ازلی وابدی طور پر کون ہے، یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ ہے، یہی مسلمان کا ایمان ہے اور قرآنی آیات کا مفاد ہے، لیکن کیا یہی صفات و اوصاف انہیں آیات میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کیلئے استعمال نہیں ہوئے؟ یقیناً ہوے ہیں اور مجازی معنوں میں ہوئے ہیں، تو کیا کوئی قرآن پاک سے انصاف کرنے والا قاری یہ برداشت کرے گا کہ اس دوسری قسم کے استعمال کو نہ صرف فراموش کر دیا جائے بلکہ اس کو" شرک وکفر" سے تعبیر کیا جائے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ یہودیوں عیسائیوں اور خارجیوں والی عادت ہے،اور" **نومن ببعض و نکفر ببعض** " والی کافرانہ روش ہے۔لفظ" داتا" اوراسی طرح گنج بخش (خزانے بخشنے والا) گنج شکر (شکر کا خزانہ) غوث اور فریاد رس جیسی اصطلاحیں بزرگ دین کیلئے مجازی طور پر استعمال کی جاتی ہیں ہمارا چیلنج ہے کہ کسی معتبر و مستند عالم اہل سنت کی کتاب سے ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے کسی بزرگان دین کو حقیقی طور پر داتا، گنج بخش، گنج شکر غوث اور فریادرس تسلیم کیا ہے۔ ہر عالم اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان" کمالات مجازیہ" کے سزاوار ہیں اور ان" کمالات مجازیہ" سے اللہ کے" کمالات حقیقیہ" کا شعور اجاگر ہوتا ہے۔ جیسا کہ مشہور قول ہے **المجاز قنطرة الحقیقه**، مجاز حقیقت کا پل ہے۔اور یہ بھی یاد رہے کہ کوئی مسلمان کسی بزرگ کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں" داتا، گنج بخش، گنج شکر، اور غوث تصور نہیں کرتا، اللہ کے مقابلے میں کوئی تو کچھ کمال حاصل نہیں کرسکتا، مسلمان بزرگان دین کو اللہ تعالیٰ کا نائب، برگزیدہ عبد کامل، اور اس کے بنانے سے اور اس کے عطا کرنے سے" داتا" سمجھتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے کسی عبد کامل کا" داتا" بنادے تو کسی" توحیدی" کو کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ کیا اس نے فرشتوں کے ذریعے سے انسانوں کی مدد نہیں کی، کیا اس کے فرشتے اسکی طرف سے رزق دینے، بادل برسانے، ماؤں کے

ارحام میں شکلیں تشکیل دینے، روحیں قبض کرنے پر معمور نہیں ہیں، " **و لمد برات امرا** " سے کون مراد ہیں، کیا فرشتے ان تکوینی امور پر فائز کردیئے جائیں تو شرک نہیں ہوتا اور نبی اور ولی جو فرشتوں سے ہر صورت اعلیٰ، ہیں کو اللہ تعالیٰ خود ان پر فائز فرمادے تو پھر بھی شرک ہوجاتا ہے؟ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کے مقام خلافت کو کیا سمجھ رکھا ہے؟

قہاری و جباری وقدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

ہاں ہاں! اللہ تعالیٰ کا عبد کامل اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں کا مظہر کامل ہوتا ہے، وہ ایام کا مرکب نہیں ہوتا راکب ہوتا ہے اور مہر و ماہ اور انجم کا محاسب ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے لیتا ہے اور ساری مخلوق کو دیتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے بنانے سے "داتا" ہے۔ ہمارا مشورہ ہے کہ اگر کسی کو لفظ "داتا" کے مجازی استعمال پر اعتراض ہے تو پھر وہ اپنے مذہبی راہنماؤں کو "مولانا" کہنا چھوڑ دے، کیونکہ "مولانا" بھی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ "علامہ" کہنا چھوڑ دے کیونکہ "علامہ" بھی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، "مومن" کہنا چھوڑ دے کیونکہ مومن بھی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

اللہ اکبر! جو لوگ خود ہر روز اتنا "شرک" ہضم کرجاتے ہیں، انہیں دوسروں کو "مشرک" کہنے کا کیا حق پہنچتا ہے۔

آپ خود اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

کتنی عجیب بات ہے کہ ہر سال صفر المظفر کے مہینے میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ کا عرس مبارک منعقد ہوتا ہے تو پورے گستاخانہ انداز سے منکروں کی زبان وقلم کو حرکت ہوتی ہے اور وہ پوری "امت مسلمہ" پر شرک وکفر کے فتوؤں کی بوچھاڑ کرتے ہیں۔ بھلا اگر کوئی حضرت داتا صاحب کو "داتا" کہتا ہے تو اس میں ان کا کیا قصور ہے؟ لیکن گستاخ اسقدر متعصب اور کینہ پرور ہیں کہ ان کی شان میں گستاخی کرنے سے بھی باز نہیں آئے اور ان کے تاریخی کارناموں کو ایکدم فراموش کرتے ہوئے انہیں "شرک ساز" شخصیت کہنا شروع کردیتے ہیں، اس سے بڑا سانحہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ کوئی انکا مرتبہ اقبال سے پوچھے۔

سید ہجویر، مخدوم امم
مرقد او پیر سنجر را حرم

☆☆..........☆☆☆..........☆☆

بیان فرید

ارض و سما میں شور ہے شان فرید کا
ہر ذرہ رشکِ ماہ، جہان فرید کا

☆☆

اک ایک نظر ہے ان کی تجلی سے تابناک
احساں نفس نفس پہ ہے جان فرید کا

☆☆

شیر شکر بنا دیا عناد کو
اللہ کیا اثر تھا زبانِ فرید کا

☆☆

ان کے در کریم کے سائل گدا و شاہ
محتاج اک جہان ہے خوانِ فرید کا

☆☆

صابر، علی لاحق و خواجہ نظام دیں
ہر لعل بے مثل ہے کانِ فرید کا

☆☆

جس کو کہا ہے باپ جناں اہل شوق نے
کتنا عظیم در ہے مکانِ فرید کا

☆☆

دیکھو غلام زار کے، چرخ یقین پر
ہر شعر کہکشاں ہے ہر "بیانِ فرید" کا

☆☆

غلام مصطفےٰ مجددی ایم اے

پاک پتن شریف کے بہشتی دروازہ پر اعتراضات کا جواب

آفتاب چشت اہل بہشت اعلیٰحضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ' کا عرس مقدس بھی صفرالمظفر میں آرہا ہے اسی کی مناسبت سے "مہر منیر" سے ایک اقتباس دیا جارہا ہے

اعلیٰحضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب تقریباً ہر سال پاک پتن شریف میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر حاضر ہوتے تھے۔ قصور اور ریاست بہاول پور کے غیر مقلد علماء متواتر کئی سال وہاں پہنچ کر آپ سے سوال کرتے رہے کہ کیا آپ عالم ہو کر اس بات کو درست مانتے ہیں کہ جو شخص بابا صاحب کے روضہ کے "بہشتی دروازہ" سے گزر جائے وہ جنت کا سزاوار ہو جاتا ہے؟ حضرت صاحب جواب ہر سال نیا استدلال پیش فرماتے۔

مولوی غلام قادر چکو کہ تحصیل منچن آباد نے یہی سوال کیا تو فرمایا "کیا یہ حدیث نہیں کہ مومن کی قبر **روضة من رياض الجنة** ہوتی ہے"؟ اس نے کہا "صحیح ہے"۔ فرمایا "جب لفظ جنت کا اطلاق مومن کی قبر پر صحیح ٹھہرا تو اس کے دروازے کو بہشتی دروازہ کہنے پر کیا اعتراض ہے۔"؟ مولوی صاحب نے کہا "اس لفظ کا جواز تو درست ہوا مگر یہ فرمایئے کہ حضرت بابا صاحب کی مقبرہ کے اسی ایک دروازے میں کیا خصوصیت ہے کہ اسے بہشتی دروازہ کہا جائے"؟

آپ نے فرمایا کہ "حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ میں نے بچشم سر عالم ظاہر میں حضور سرور کائنات ﷺ کو بجسم اطہر بمع چہار یار کبار ۶۔ ے محرم کی درمیانی رات کو اس دروازے سے گزر کر مقبرہ کے اندر تشریف لے جاتے دیکھا ہے۔ اور حضور ﷺ کا ارشاد سنا کہ **من دخل هذا الباب فقد امن** (جو اس دروازے میں داخل ہوا وہ امن میں آگیا اور مامون ہوا) مشائخ عظام کا بھی اس پر اتفاق رہا ہے"

اس کے بعد مولوی صاحب نے اعتراض کیا کہ زائرین فرید فرید کیوں پکارتے ہیں، اللہ، اللہ کیوں نہیں کہتے؟" حضرت نے فرمایا کہ عرس کے موقع پر زائرین کا پورا نعرہ یہ ہوتا ہے۔

اللہ۔ محمد۔ چار۔ حاجی۔ قطب۔ فرید۔

وہ لفظ فرید کو مکرر سہ کرر کہہ دیتے ہیں اور اس چیز کے جواز میں قرآن پاک کی ایک آیت موجود ہے۔" مولوی صاحب نے چونک کر کہا۔ وہ کونسی آیت ہے؟" آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

"فاذكروني اذكركم واشكروالي ولا تكفرون"

ترجمہ: پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور کفر نہ کرو، اور فرمایا کہ "اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے آخری دم تک اللہ کا ذکر کیا۔ اب اللہ اپنی مخلوق کی زبان سے اپنے پیارے بندے فرید کا ذکر کر رہا ہے۔ آج سات سو سال سے **اذكركم** کا وعدہ پورا ہو رہا ہے۔ اور قیامت تک انشاء اللہ یونہی ہوتا رہے گا کہ ہر سال ہزار در ہزار مخلوق یہاں جمع ہو کر فرید۔ فرید کے نعرے لگاتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ جسم اور مکان سے پاک ہے اور یہ اس کے ذکر کرنے کی ایک صورت ہے۔"

قصور کے ایک مولوی صاحب سے قبلہ عالمؒ نے یہی فرمایا تھا کہ میں تو یہاں (پاک پتن شریف میں) **فاذكروني اذكركم** کا نقشہ دیکھنے آیا ہوں۔ ایک اور موقعہ پر آپؒ نے اس حدیث پاک سے استدلال فرمایا جس میں ارشاد ہے کہ مجمع ذاکرین پر ملائکہ رحمت کا نزول ہوتا ہے کہ جو شخص اپنی کسی دنیوی غرض کیلئے اس مجمع میں شامل ہو گیا، اسے بھی ثواب اور مغفرت میں داخل کر لیا جائے کیونکہ **لا يشقى جليسهم** (ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والے شقی نہیں ہوتے) اس موضوع پر رسالہ "عجالہ بردو سالہ" میں آپؒ کے نظریہ کو حضرت مولانا محمد غازی صاحب نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ

عظیم محسن و مظلوم شخصیت

پروفیسر محمد حسین آسی

صوفی محمد صدیق ضیاء نقشبندی حسینی کی زیر طبعہ ایک عظیم کتاب
" شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و نظریات" کا مقدمہ

وہ عظیم ہستیاں جنہیں قدرت کاملہ نے مختلف ادوار میں امت مسلمہ کی قیادت وحفاظت کا فریضہ سونپا، ان میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدسرسرہ، کا مقام بہت بلند اور نام بہت نمایاں ہے۔ آپ نے روح اسلام کو سمجھا اور زمانے کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے بہترین انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ۔تفسیر و حدیث ہو کہ فقہ و تصوف، کلام و عقائد ہوں کہ سیر و سوانح، ہر میدان آپ کے قلم کی جولاں گاہ ہے۔ حکومتیں بدلتی رہیں، بادشاہ آتے جاتے رہے مگر آپ کے دربار فیض کے دروازے کھلے رہے اور علم و عرفان کے جام چلتے رہے۔ ملکی و سیاسی حالات ناگفتہ بہ رہے بد امنی اور دہشت گردی زور پر تھی، غربت و افلاس نے چاروں طرف ڈیرے ڈالے ہوئے تھے، افراتفری اور نفسا نفسی کا عالم تھا، اس کے باوجود حضرت شاہ ولی اللہ ملت اسلامیہ کا مضبوط سہارا بنے رہے اور فکری و علمی سرمائے کی حفاظت کرتے رہے۔ بظاہر صرف ایک محدث، ایک فقیہ، ایک صوفی، ایک شاعر کو جب خارزار سیاست میں داخل ہو کر حالات کو پلٹتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اپنی حیرت میں کئی گناہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ ہاں یہ شاہ عبدالرحیم قدس سرہ، کا نور نظر ہی تو تھا جس نے مرہٹوں کا زور توڑنے کیلئے جناب احمد شاہ ابدالی علیہ رحمۃ کو بلایا اور پانی پت کی تیسری لڑائی میں فی الواقع جنگ کے بعد مرہٹوں کی طاقت ٹوٹ گئی۔ اگر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ، ایسا نہ کرتے تو آج پاک و ہند کی تاریخ کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ (بمطابق ۱۷۰۲ء) کو بزم دنیا میں تشریف لائے اور ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ (بمطابق ۱۷۶۲ء) اس جہان فانی سے کوچ فرما گئے۔ رضی اللہ عنہ، حصول تعلیم کا زمانہ کتنا ہی مختصر ہو منہا کر دیا جائے تو باقی کتنے سال بچتے ہیں، اس مختصر سی مدت میں حکیم الاسلام نے جو کارنامے سرانجام دیئے اور بالخصوص جو تحقیقی اور متنوع ادب بہم پہنچایا، دیکھیں تو یوں لگتا ہے جیسے صدیوں میں تیار ہوا ہو۔ خصوصاً اس وقت جب لکھنے والا ماحول سے کٹ کر شب و روز صرف لکھنے ہی میں مصروف رہے، مگر حضرت شاہ صاحب کی مصروفیات تو گوناگوں تھیں، وہ اپنے عظیم والد و معلم و مرشد حضرت شاہ عبدالرحیم قدس سرہٗ کی مسند کو زینت بھی دے رہے تھے، لہذا تدریس کا فریضہ، یارانِ طریقت کی رہنمائی، استفتاء کرنے والوں کے جواب، سب ان کی روزمرہ کی ناگزیر ذمہ داریاں تھیں۔ وہ پہلو میں ایک حساس دل رکھتے تھے لہذا دین و مذہب کو کمزور کرنے والی جو سازشیں تیار ہو رہی تھیں اور ایران سے آنے والے لوگوں کے جو دربارِ حکومت پر چھائے ہوئے تھے، اثرات پر بھی کڑی نظر رکھتے تھے۔ نیز وہ معاشرہ جو عیاشی و فحاشی کے سیلاب میں بہہ رہا تھا، آپ کے سامنے تھا۔ ان حالات میں اسلام کا دفاع اور ایمان کی حفاظت بہت محنت طلب مسئلہ تھا، مگر حق یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے ہمت نہ ہاری، بہت کچھ کر کے دکھایا، ایسے زمانے اور ان حالات میں حکیم الاسلام کا لکھنے کیلئے وقت نکالنا اور وہ بھی اس انداز میں کہ ہر تحریر انقلابی ہو اور روشنی کا مینار۔ بغیر تائید ربانی اور رحمت مصطفوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے ناممکن ہے، یہ کیسے ممکن ہوا، اس راز سے خود پردہ اٹھاتے ہیں، الدرالثمین فی

مبشرات النبی الامین میں تیسری بشارت یوں درج فرماتے ہیں۔

''حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے گھر تشریف لائے ہیں اور حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہٗ کے ہاتھ میں قلم ہے ایسا کہ اس کی نوک ٹوٹی ہوئی ہے۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا کہ مجھ کو قلم عنایت فرمادیں، اور فرمایا۔

" ھذا قلم جدّی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

ترجمہ: یہ میرے نانا جان رسول اللہ ﷺ کا قلم ہے''

پھر آپ نے اسے ہاتھ میں روک لیا اور فرمایا امام حسین (رضی اللہ عنہٗ) اسے ٹھیک کر دیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہٗ نے اسے ٹھیک کر دیا، پھر عطا فرمادیا۔ پھر چادر لائی گئی تو اسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ نے اٹھا کر فرمایا

" ھذا ردآءُ جدّی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

ترجمہ: یہ چادر میرے نانا پاک حضور ﷺ کی ہے۔

پھر مجھے اوڑھادی

" فمن یومئذٍ انشرح صدری للتصنیف

فی العلوم الشرعیۃ ولحمد للہ"

ترجمہ: اس دن سے میرا سینہ علوم شریعت میں تصنیف کرنے کیلئے کھل گیا۔

والحمدللہ (الدرالثمین حدیث ۳)

اندازہ فرمائیے حضرت حکیم الاسلام کا منبع علم کیا ہے اور شرح صدر کا سبب کیا ہے۔ اس واقعے کو سامنے رکھیں تو کئی عقدے کھل جاتے ہیں۔ سب سے بڑی بات تو یہی کہ ہر دور میں ہر آن حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ اپنی امت پر نظر رکھتے ہیں، ہر فرد کی خداداد صلاحیت کو جانتے ہیں اور امت کی رہنمائی کے لئے حضور پرنور ﷺ مخصوص افراد کا انتخاب فرما کر ان کی امداد فرماتے ہیں مثلاً کسی زمانے میں حضور پرنور ﷺ نے خود تشریف لاکر سیدنا حضور غوث اعظم شہنشاہ جیلاں وشہنشاہ اغیاث رضی اللہ عنہ کو وعظ کا حکم دیا اور انہیں مخصوص صلاحیتوں سے نوازنے کے لئے ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن شریف ڈالا۔ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ پر کرم فرمایا اور انہیں ضروری صلاحیتوں سے نواز کر تجدید و قیومیت کے منصب پر فائز فرمایا۔ یونہی ہر دور میں ہوتا رہا اور حضور رحمت عالم ﷺ اپنے خدائے واحد واکرم کے فضل وکرم سے مخصوص لوگوں کو منتخب فرما کر ان کی ضروریات کے مطابق نوازتے رہے۔ اسی دستور کے مطابق شاہ ولی اللہ قدس سرہ کا انتخاب عمل میں آیا تو کیا یہ حقیقت سامنے نہیں آجاتی کہ حضور پرنور ﷺ اپنی امت سے ایک آن کے لئے بھی غافل نہیں۔ اسی لئے حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ، فرماتے ہیں

''چوں نبی در رنگ شبان امت است در محافظت امت خود غفلت شایان منصب نبوت او نباشد۔'' (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۹۹)

ترجمہ:۔ چونکہ نبی اپنی امت کی حفاظت میں شبان کی طرح ہیں تو پھر غفلت ان کے منصب نبوت کے مناسب نہیں۔

اس قسم کے لاتعداد واقعات جن میں حضور پرنور ﷺ خواب میں تشریف فرما ہوئے بلکہ بیداری میں۔ اور آپ نے اپنے کسی وفادار غلام کو کسی منصب پر فائز کیا تو یہ لاتعداد ثبوت ہوئے حضور پرنور ﷺ کے زندہ ہونے کے، مختار ہونے کے، امت کو ہر وقت مشاہدہ فرمانے کے، اس کی ضروریات کا خیال رکھنے کے، اور غیب جاننے کے۔ ایک شخص کو تو آپ ﷺ دیدار سے نواز رہے ہیں اور دوسروں کو اس کے ذریعے فیض دے کر ہدایات دے کر اور جادہ ومنزل سے آگاہ فرما کر۔ بلاشبہ ایسا شخص اپنے دور کا گویا امام ہوتا ہے اور عموماً اسے کسی نہ کسی انداز میں امام مانا بھی جاتا ہے، مثلاً یہی تین شخصیات یعنی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ، انہیں امام اولیا مانا جاتا ہے، حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کو امام ربانی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کو امام الہند کہا جاتا ہے۔ یہ امام حضرات اپنے اپنے دور میں ہمیشہ اس جماعت اور اس مذہب کے نمائندہ رہے ہیں جس کے بارے میں حدیث پاک میں آیا ہے۔ **اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار** (ابن ماجہ)

ترجمہ: سواد اعظم (یعنی بڑی جماعت) کی پیروی کرو اور بیشک جس نے سواد اعظم کو چھوڑا وہ تنہا ہی دوزخ میں ڈالا جائے گا

اس قسم کی شخصیات اپنے اپنے دور میں بلکہ بعد کے ادوار کے لئے بھی معیار حق ہوتی ہیں چنانچہ آج تک امت کا بڑا طبقہ یعنی سواد اعظم انہیں یونہی مانتا چلا آیا ہے اور ان کے فیصلوں کو بے چون و چرا تسلیم کرتا چلا آیا

ہے۔اس اعتبار سے یہ لوگ اتحاد امت کا بڑا سبب ہیں اور ان کی وجہ سے کئی اختلافات کا سد باب بھی ہوتا رہا ہے۔یقیناً ان کا سایہ ہما پایا بقائے ملت کا ایک ذریعہ ہے اور ان کی سیرت عقائد اسلامیہ کی پہچان نیز جذبہ عشق خدا اور رسول ﷺ کے پیدا ہونے کا باعث ہے۔

امام ہند و پاک حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کی سیرت مقدسہ کا مطالعہ کرنے سے وہی فوائد حاصل ہوتے ہیں جو باقی تمام اکابر ملت کی سیرت مقدسہ کے مطالعے سے حاصل ہوتے آئے ہیں۔اس لحاظ سے آپ کو محسن ہند و پاک بھی کہا جا سکتا ہے۔مگر افسوس جس طرح آپ عظیم محسن ملت ہیں یونہی بلکہ اس سے زیادہ مظلوم بھی ہیں۔لوگوں نے اسی امت کو جس کی رہنمائی کے لئے آپ کو حضور رحمۃ العالمین ﷺ کا قلم مبارک اور ردائے مقدس عطا ہوئی تھی، گمراہ کرنے کے لئے آپ کے نام کا سہارا لیا اور وہ عقائد و تعلیمات جو آپ کو ورثہ میں ملے تھے اور جن کی اشاعت آپ عمر بھر کرتے رہے، انہیں شرک و کفر سے تعبیر کیا اور یہ کہہ کر کیا کہ شاہ ولی اللہ بھی انہیں کفر و شرک ہی سمجھتے اور کہتے تھے۔پھر یہ ظلم کرنے والے کہیں باہر سے نہیں آئے تھے بلکہ یہ ظلم گھر کے بعض وارثوں سے شروع ہوا، گویا وہی معاملہ ہوا۔

باغبان نے آگ دی جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے!

ذرا سوچئے تو سہی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث علیہ رحمۃ کے مخالف کون تھے، اسلام کا نام لینے والوں میں صرف رافضی۔ان کے سوا پاک و ہند میں ایک شخص بھی ایسا نظر نہیں آتا جو اس دور میں ان کی عظمت کا قائل نہ ہو۔طریقت کے کسی فروعی مسئلے میں کسی کا مشاہداتی و علمی اختلاف تو معمولی بات ہے، البتہ کسی بنیادی اعتقادی مسئلے میں کسی کو بھی ان سے پرخاش نہیں تھی۔اختلاف ہوتا بھی تو کیونکر، سارے برصغیر کے علماء عموماً ان کے شاگرد تھے یا مرید۔منقولات میں انہیں کا فیض سارے ملک میں جاری و ساری تھا۔معقولات کی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام حضرت مولانا فضل امام علیہ الرحمہ کے مدرسے میں تھا مگر تفسیر و حدیث کے علوم وہ بھی انہیں سے سیکھتے تھے۔حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعد ان کے نامور فرزند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ان کی مسند علم و عرفان کے وارث ہوئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) جنہوں نے اپنے آباو اجداد کے ورثے کی بہترین حفاظت فرمائی اور نہایت ہی اچھے طریقے سے اسے آگے شاگردوں اور مریدوں تک پہنچایا۔یوں سمجھئے عقیدہ و عمل کا جو ورثہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تابعین عظام رضی اللہ عنہم کو بخشا اور پھر آگے آگے ائمہ، فقہا و محدثین و مفسرین سے ہوتا ہوا شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہم تک پہنچا تھا، آپ نے من و عن آگے پہنچا دیا۔آپ بلکہ آپ کے سب برادران حضرت شاہ عبد القادر، حضرت شاہ رفیع الدین اور حضرت شاہ عبد الغنی نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس کی حفاظت و اشاعت کی۔**رحمة الله عليهم اجمعين .**

ہاں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ کے دور میں ایک حادثہ ہوا، انگریز جو برصغیر کے کئی علاقوں پر پہلے سے قابض ہو چکے تھے، اب دہلی پر بھی ان کا سکہ جمنے لگا، مغلیہ خاندان کی حکومت جو حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمہ کے بعد لگاتار توڑ پھوڑ کا شکار تھی، اب بالکل دم توڑ رہی تھی۔مغل بادشاہ کی حکمرانی لال قلعہ تک رہ گئی تھی اور وہاں بھی وہ انگریزوں کے جاسوسوں میں گھرا ہوا تھا۔اب انگریز اس نام کی بادشاہت سے بھی جان چھڑانا چاہتے تھے۔اس کی صورت ان کی منحوس پالیسی کے مطابق یہی تھی کہ اہل ہند کو لڑا یا جائے۔انہیں مزاحمت کا زیادہ خطرہ تھا تو مسلمانوں سے جن کی حکومت چھینی جا رہی تھی، لہٰذا ہندوؤں کو تو صدیوں غلام رہنے کا تاثر دے کر بھڑکا یا اور مسلمانوں میں انہوں نے فرقہ واریت کا بیج بویا۔انگریزوں سے پہلے یہاں رافضی تھے، ایران سے آئے ہوئے چند افراد یا ان سے متاثر ہونے والے کچھ اشخاص۔باقی سب اہل اسلام سنی تھے اور وہ بھی ساحل مدراس کے اس چند شوافع کے سوا سب کے سب حنفی۔اسلام کی معلومات رکھنے والا عام شخص بھی جانتا ہے کہ ایمان وایقان کی ساری عمارت حضور پرنور نبی آخر الزماں ﷺ کی محبت پر کھڑی ہے۔ملت کی نشوونما، فروغ و ترقی سب کا انحصار اسی ولولہ عشق پر ہے۔مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے مگر حضور پرنور ﷺ کی توہین برداشت نہیں کر سکتا ہے۔بقول اقبال علیہ الرحمۃ شیطان کا اصل ٹارگٹ بھی یہی جذبہ محبت ہے، اس لئے اپنے شاگردوں کو بطور خاص یہ تاکید کرتا ہے کہ

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

انگریز یعنی شیطان ملعون کے شاگرد اسی نقطہ نظر کے مطابق کسی ایسے شخص کی تلاش میں تھے جو خاندانی طور پر مسلمانوں میں موثر بھی ہو اورانہیں گمراہ کرنے کیلئے تھوڑا بہت علم بھی رکھتا ہو، چنانچہ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز علیہ الرضوان کے گھرانے سے وہ گوہر مراد بھی مل گیا۔ محمد اسماعیل نامی، جو اول الذکر کا پوتا تھا اور ثانی الذکر کا بھتیجا تھا۔ اسے بچپن سے ہی کھیل کود سے دلچسپی اور پڑھائی سے بیر تھا تاہم گمراہ کرنے اور اتحاد ملی کو پارہ پارہ کرنے کیلئے جتنا علم درکار تھا وہ اسے حاصل تھا..........انگریز اس سے پہلے اسی قسم کا ایک صاحبزادہ محمد بن عبدالوہاب بھی نجد کی سرزمین سے تلاش کر چکے تھے اور وہاں ان تجربہ بہت کامیاب رہا تھا۔ شیخ نجد کی کتاب التوحید، بھی اس ناپاک مقصد کیلئے بہت مفید تھی، وہ بھی اسماعیل کو مل گئی۔ لہذا عوام کو گمراہ یا متذبذب کرنے کے لئے اسے دلائل گھڑنے پر بہت زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی، جن عقائد و اعمال کو اسے شرک یا بدعت کہنا تھا، وہ بھی سب کے سب اس کے اپنے گھر میں موجود تھے (اس لئے اس کیلئے اسے کوچہ گردی نہیں کرنی پڑی، جس طرح محمد بن عبدالوہاب کو بھی سب کچھ اسے اپنے گھر سے مل گیا تھا)۔

دیکھئے انگریزی شیطانوں کی شاطرانہ چال کی کامیابی کہ قوم میں پھوٹ ڈالنے کیلئے اسے اس خاندان کا فرد میسر آیا جو خود اتحاد قومی کا ضامن تھا۔ اگر اسمٰعیل شاہ ولی اللہ صاحب کا پوتا اور شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ کا بھتیجا نہ ہوتا تو شاید اسے کوئی مسلمان منہ نہ لگاتا اور ایک دیوانے کی طرح بڑ ہانک ہانک کر خاموش ہو جایا کرتا۔ مگر عوام جنہیں حقیقت حال کا علم نہیں اور جن کے پاس زیادہ تحقیق کا وقت بھی نہیں ہوتا، بزرگوں کے نام سے دھوکا کھا گئے۔

میں فریب کھانے والا تو کسی سے یوں نہیں تھا
مجھے تیرا نام لے کے جل دے گیا زمانہ

اسمٰعیل وعظ کہتا دہلی کے مختلف کے چوکوں میں کھڑے ہو کر اور اردگرد اسی قسم کے غیر سنجیدہ نوجوان کھڑے ہو جاتے۔ وہ مسلمانوں کے جذبہء عشق پر بجلیاں گراتا اور حضور پرنور ﷺ کے کمالات ماننے والوں پر شرک کا فتوی دیتا اور وہ بھی اس وقت جب قوم کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر انگریزی یلغار کا راستہ روکنا چاہئے تھا اور پھر قوم ان عقائد پر جن پر اب تک تقریباً سب کا اتفاق تھا، پارہ پارہ ہونے لگی، سات سمندر پار سے آیا ہوا گورا چٹا آقا یہی چاہتا تھا اور یہی زرخرید غلام نے کر دکھایا..........علماء و مشائخ اس کی ہرزہ سرائی پر پریشان تھے مگر انگریز اپنے 'بندے' کے مقابلے میں خدا کے بندوں کی کیا پروا کرتے، (یاد رہے یہ فتنہء تبلیغ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ کے وصال تک انفرادی نوعیت کا تھا مگر سڑکوں اور چوکوں تک آپ کے وصال کے بعد پہنچا) حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ کا باقی خاندان اس صورت حال سے سخت پریشان تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ نوزائیدہ مبلغ دین کی نہیں بے دینی کی تبلیغ کر رہا ہے اور یہ بے لگام مفتی کسی اور کے نہیں اپنے خاندان کے عقائد و رسوم شرک کی بدعت کہہ رہا ہے، نہیں، بلکہ صدر اول سے آج تک کے اکابر وصابر کے ایمان پر حملے کر رہا ہے۔ حق یہ ہے کہ اس کے فتووں سے کتاب و سنت تک محفوظ نہیں، چنانچہ انہوں نے جامع مسجد دہلی میں اسے مناظرے کیلئے للکارا۔ یہ بیچارہ بھیگی بلی بنکر پہنچا اور بڑی ذلت آمیز شکست کھا کر ہزاروں رسوائیوں کے سائے میں وہاں سے بھاگا، ہاں مجمع عام کے سامنے بہت سی باتوں کا اقرار کرنے کے باوجود توبہ سے محروم رہا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ تیز ہو گیا، ہاں ہاں کتنا دردناک منظر ہے یہ کہ گھر کا وارث جسے نہایت جانفشانی سے اپنے آباء و اجداد کے ورثے کی حفاظت کرنا تھی، دنیا کے لالچ میں آکر خود اسے برباد کرنا چاہتا تھا، اور اس سے بھی زیادہ شرمناک یہ امر کہ جن کے نام سے عوام کو دھوکا دے رہا ہے، انہیں کی عظمتوں کو پامال کرنے کے درپے ہے۔ سوچئے نا ذرا کہ مولانا اسمٰعیل نے جن عقائد کو شرکیہ ٹھہرایا کون سے تھے، وہی جو اس وقت کے تمام اہل سنت کے ہیں، اور ہر دور میں اہل سنت کے یہی رہے نیز یہی خود شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے باقی خاندان کے ہیں۔ دلّی کے چوکوں میں وعظ کہنے والا یا تقویت الایمان لکھنے والا اسمٰعیل گویا شاہ ولی اللہ علیہ الرضوان کے عقائد کو شرکیہ کہہ رہا ہے، یا دوسرے لفظوں میں شاہ ولی اللہ قدس سرہ کو معاذ اللہ مشرک کہہ رہا ہے۔ یونہی ان کے چاروں صاحبزادوں کو جن میں اس کا اپنا باپ بھی شامل ہے، مشرک

اور بدعتی قرار دے رہا ہے۔ مگر یہ بات ان کا نام لیکر نہیں کہتا، یہ نہیں کہتا کہ شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر، اسمٰعیل کا باپ شاہ عبدالغنی اور شاہ رفیع الدین مشرک تھے۔ اسمٰعیل کی یہی شاطرانہ چال تھی کہ پردے پردے میں سب کو مشرک کہو مگر نام نہ لو، نام لینے سے مخالفت بھی بڑھے گی، جو لوگ جال میں پھنس رہے ہیں، نہیں پھنسیں گے اور انجان لوگوں میں یہ تاثر بھی پیدا ہوگا کہ شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کے یہی اسمٰعیلی عقائد ہیں۔

حق یہ ہے کہ اسمٰعیل کے پیروکاروں میں یہ روش اب تک قائم ہے یعنی مشرک بدعتی کہو مگر نام نہ لو تا کہ مخالفت کی لو تیز نہ ہو جائے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ کے بھتیجوں اور دوسرے شاگردوں نے اگر چہ اسمٰعیل بھرپور مزاحمت کی، مناظرہ کر کے اسے ذلیل کیا، اس کی تحریر کا تحریری جواب دیا مگر اس کی چال کامیاب رہی اور کچھ نہ کچھ لوگ اسے سنتے رہے، اس کی کتاب تقویت الایمان کو، جسے انگریز حکومت نے خود طبع کر کے پورے برصغیر میں مفت تقسیم کیا تھا، لوگ پڑھتے رہے کہ یہ عظیم دادے کا پوتا اور عظیم چچے کا بھتیجا ہے۔ ہاں ہاں اس نسبت نے (اور انگریزوں کے سائے نے) اسے بہت فائدہ دیا اور اب تک اس طریقے سے فائدہ اسے پہنچ رہا ہے۔ بلکہ اسمٰعیل کے بعد جو لوگ زیادہ چالاک تھے، انہوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کی اسی عظمت شان کے پیش نظر ایک اور منصوبہ بنایا، یعنی اسمٰعیل کی تعلیم پر مشتمل کوئی کتاب لکھ کر اسے شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کے نام سے منسوب کرنا۔ مثلاً البلاغ المبین، تحفۃ الموحدین، قرۃ العینین فی ابطال شہادۃ الحسین اور جنت العالیہ فی مناقب المعاویہ (اور بعض اصل کتابوں میں عبارات ملا دیں۔ اب تک ان کتابوں کو بڑی پھرتی اور چالاکی سے پھیلایا جا رہا ہے) بلکہ اس سے بھی عجیب تر یہ صورت حال کہ شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے نام سے کئی ادارے، کئی اکیڈمیاں اور کئی درسگاہیں معرض وجود میں آگئے مگر وہاں بھی شاہ صاحب کے نام سے وہ عقائد و اعمال پھیلائے جا رہے تھے جو ان کے نہیں تھے اور ان عقائد و اعمال کو شرک و بدعت کہا جا رہا تھا جن پر وہ عمر بھر قائم رہے........... کیسی دہشت گردی ہے، شاہ صاحب کے نام کا کیسا استحصال ہے، اور شاہ صاحب پر یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ انہیں کے نام کا سہارا لے کر انہیں عقائد کو مشرکانہ کہا جائے۔ اگر دل میں رتی بھر بھی خوف خدا ہوتو یہ صورتِ حال پیدا نہیں ہوتی، مگر خوف خدا تو عشق رسول ﷺ سے پیدا ہوتا ہے، جس کی پیش بندی کیلئے یار لوگوں نے عمر عزیز کی ایک ایک گھڑی وقف کر رکھی ہے۔

یہ منصوبہ کہ عقائد کو مشرکانہ کہو مگر عقائد والے اکابر کا نام نہ لو، اہل مکر و فریب کا بہت بڑا ہتھیار ہے۔ مثلاً اسمٰعیل کو انبیاء علیہم السلام بلکہ حضور امام الانبیا ﷺ کے علم غیب کے عقیدے سے انکار ہے بلکہ اسے شرک قرار دیتا ہے۔ حضور سرورکون ومکاں ﷺ کے حاضر و ناضر، حامی و ناصر، مالک و مختار ہونے کا عقیدہ اس کے نزدیک شرک ہے۔۔۔۔۔ انبیاء عظام علیہم السلام اور اولیائے کرام علیہم الرضوان کی دہائی اس کے ہاں مشرک بنا دیتی ہے۔ اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت، ان سے فیض پانا، بزرگوں کا عرس منانا وغیرہ ان کے نزدیک بدعت ہے۔ میلاد شریف، تصور شیخ، بی بی صاحبہ کی صحنک، ایصال ثواب، ایسی سب چیزیں شاہ صاحب کے گھر میں ہوتی تھیں اور اسمٰعیل نے ان سب کو شرک کہا۔ اگر یہ عقائد شرک ہیں تو جن کے یہ عقائد ہوں وہ یقیناً مشرک ہوں گے۔ مگر اسمٰعیل نے اپنے باپ دادا کو مشرک نہیں کہا ۔۔۔۔ اس لئے نہیں کہ ان کا ادب مقصود تھا بلکہ اس لئے کہ ان کے اور نسبت سے ان کی دکان چل رہی تھی۔ اگر انجان عوام کو اس بات کا علم ہو جاتا کہ فرزند دلبند اپنے جد امجد اپنے باپ اور چچوں کو مشرک کہتا ہے تو لوگ چال میں نہ آتے نیز انہیں دھوکہ دینا بھی آسان ہو گیا کہ صاحبزادہ اگر ان عقائد کو شرک و بدعت سے تعبیر کر رہا ہے تو یقیناً ان کے بزرگوں کے بھی یہی عقائد ہوں گے۔

پھر اس فریب کی انتہا اس وقت ہوئی جب دارالعلوم دیوبند معرض وجود میں آیا اور اہل دیوبند نے ان تمام اسمٰعیلی عقائد کے ساتھ ساتھ خود کو حنفی یعنی امام ابوحنیفہ کا مقلد کہنا شروع کیا اور پیری مریدی کی نمائش کے لئے اکابر دیوبند نے شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب (مہاجر مکی) کے دستِ حق پرست پر بیعت بھی کر لی، گویا سنیت کا پورا لبادہ اوڑھ لیا۔

مگر چال وہی رکھی، یعنی سواد اعظم سے وابستگی ظاہر کر کے سنی بھی، امام ابوحنیفہ رضی اللہ کی تقلید کا دعویٰ کر کے حنفی بھی اور حاجی امداد اللہ علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت ہو کر چشتی بھی بنے رہے۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے

تھانوی صاحب کے بارے میں فرمایا

سنی و حنفی و چشتی

بن بن کے بہکاتے یہ ہیں

مگر حقیقت میں نہ سنی، نہ حنفی، نہ چشتی کیونکہ بغض رسول ﷺ نے دل کی دنیا تباہ و برباد اور تیرہ و تاریک کر رکھی ہے۔ گذشتہ اکابر کو تو چھوڑیئے جو بات حضور ﷺ کے فضائل میں ہو، ہرگز نہیں مانتے اگر چہ ان کے اپنے پیر کی لکھی ہوئی ہو، استاد کی ہو، جسے خود حکیم الامت کہتے ہیں اس کی ہو، جس کے قاسم العلوم ہونے پر ایمان رکھتے ہیں وہ کہے۔ مگر اس کے باوجود جس طرح حضور ﷺ کے فضائل ماننے والے دوسرے لوگوں کو مشرک یا کافر یا بدعتی و گمراہ کہتے ہیں، انہیں ایسا بھی نہیں کہتے۔ مثلا اگر حضور پرنور ﷺ کو نور ماننا معاذ اللہ کفر ہے تو جو بھی مانے وہ کافر ہوا مگر ان کے ہاں اپنے پرائے کی یہ تمیز ہر جگہ موجود ہے کہ دوسروں کو تو کافر کہہ دیں گے اپنوں کو نہیں۔ شاید یہ دل سے یہی سمجھتے ہیں کہ ان کے اپنوں نے جو فضائل کہیں بیان کیے ہیں دل سے نہیں کئے محض دھوکا دینے کے لئے ہیں لہذا انہیں معذور سمجھتے ہیں۔ بہر حال یہ ایک فکر و عمل کا طرز ہے جو اسمٰعیل دہلوی سے شروع ہوا اور دیوبند میں آ کر خوب پروان چڑھا۔

اوپر کی سطور میں آپ نے بار بار اسمٰعیل، اسمٰعیل کی تکرار دیکھی ہے یقیناً آ ہ کو یہ بات کھٹکتی ہوگی کہ لاکھ مخالفت سہی، نام لینے کا ایسا پھیکا انداز خلاف تہذیب ہے۔ مولانا محمد اسمٰعیل شہید نہیں کہہ سکتے تو مولانا اسمٰعیل صاحب ہی کہہ دیتے۔ آداب اس کی اجازت نہیں دیتے کہ اپنے مخالف کا نام نہائت غیر مہذبانہ انداز میں لیا جائے۔ مگر میں نے بھی ایک بات ذہن نشین کرانے کے لئے ایسا کیا ہے۔ خوب غور فرمایئے اسمٰعیل کا حضور پرنور محبوب خدا تاجدار لولاک لما علیہ التحیۃ والثناء کے مقابلے میں کیا مقام ہے اور کیا حیثیت ہے۔ مگر یہ بدبخت اور مردود شخص جب حضور ﷺ کا نام نامی اسم گرامی اس انداز میں لیتا ہے کہ ''جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں'' (تقویت الایمان) تو کیا تکلیف نہیں ہوتی۔ کیا کائنات کی عظیم ترین ہستی کا ذکر خیر اسی طرح کرنا چاہیے۔ کیا کلمہ پڑھنے کا تقاضا یہی ہے بقول اعلیٰحضرت۔

دشمنو محبوب کا حق تھا یہی

عشق کے بدلے عداوت کیجئے

اگر بس چلے تو کیا ایسے بھونکنے والے کتے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے دوزخ کی پست ترین وادی میں نہیں پھینک دینا چاہئے۔

کیا آپ نے یہ واقعہ نہیں سنا کہ کالج کے کچھ لڑکے حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک نے عرض کیا 'حضرت محمد صاحب (ﷺ) کے بارے میں کچھ بتایئے'۔ حضرت علامہ دیر تک صرف اس بات پر روتے رہے کہ جس قوم کے نوجوانوں کو اپنے نبی (ﷺ) کا نام پاک نہیں لینا آتا، اس کا کیا بنے گا خود سوچئے کالج کے انگریزی پڑھے ہوئے ایسے نوجوان کا بیڑا زیادہ غرق ہے یا قرآن و حدیث پر بزعم خویش عبور رکھنے والے عالم اجل کا۔

میں کہتا ہوں حضور کے بارے میں یہ تصور کہ کسی چیز کے مختار نہیں، جھوٹ سہی، کفر سہی، ۔ لاتعداد آیات و روایات کے خلاف سہی، مگر فی الحال ہم اس کی طرف نہیں آتے۔ ابھی صرف اپنے آقا و مولا، ملجاو ماویٰ حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے نام پاک لینے کے انداز پر غور مقصود ہے اور انصاف سے کہئے اگر تقویت الایمان میں کوئی اور گستاخی کوئی اور جھوٹ اور کوئی اور قابل اعتراض بات نہ بھی ہوتی، کیا اس کے مصنف کو روسیاہ اور سراپا کفر بنانے کیلئے یہی انداز گفتگو کافی نہیں؟ سوال یہ ہے کہ اس نے کہاں سے سیکھا۔ اور سچی اور سیدھی بات یہی ہے کہ جہاں سے اسے مخصوص شیطانی توحید ملی، وہیں سے اسے یہ انداز ادب ملا۔ یعنی محمد بن عبدالوہاب کی کتاب التوحید سے۔ وہ مردود و مطرود و مرجوم و مخذول بھی حضور پرنور ﷺ کا نام نامی اسی طریقے سے لیتا ہے یعنی ﷺ بھی نہیں کہتا، مثلاً ایک جگہ بکتا ہے۔

" اما السا بقون فا للات والعزی والسواع و اما اللاقون فمحمد " وعلی و عبد القا در والکل سواء" "

ترجمہ: پہلے (معبود) لات، عزیٰ اور سواع ہیں اور محمد، علی اور عبدالقادر پچھلے (معبود) ہیں اور سب برابر ہیں۔

آخر اس انداز کی وجہ کیا ہے، صرف یہ کہ ان بدبختوں کو حضور ﷺ سے بغض و بغاوت ہے اور ان کے نہاں خانہ دماغ میں یہ بات رچ بس

گئی ہے کہ امت کے معاذ اللہ مشرک ہو جانے کا سبب خود حضور ﷺ ہیں اور امت کے اس طرز عمل کا معاذ اللہ الزام حضور پرنور پر بھی ہے۔ تو توحید شیطانی کے نشے سے پاگل ہو کر جب امت پر فتویٰ شرک دیتے ہیں تو انہیں وہ احادیث یاد آ جاتی ہیں جن کا تعلق شفاعت یا دوسرے اختیارات نبوت سے ہے یا جن میں خود ندائے غائبانہ سکھائی گئی ہے مثلاً " **اعینو نی یا عباد اللہ** " (یعنی اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو) پھر یہ بالکل آپے سے باہر ہو جاتے ہیں تو امت کی حمایت کرتے ہوئے دیکھ کر امت کے والی کی شان میں اور دوسرے محبوبان خدا کے بارے میں اول فول بکنا شروع کر دیتے ہیں۔ بدبخت اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو یا عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانیں تو اس میں ان دو معصوم و بے عیب عظیم الشان پیغمبروں پر الزام کیسا (علیہما السلام)۔ کیا کہیں قرآن پاک میں عیسائیوں کی تردید کرتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف بھی کوئی آیات اتاری گئی بلکہ اللہ کے قرآن نے تو جہاں بھی موقع آیا، ان کے معجزات و کمالات و تصرفات بیان فرمائے پھر بالخصوص وہ کمالات جنہیں عیسائی اپنی جہالت کی بنا پر عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کے دلائل سمجھے بیٹھے تھے۔ ہاں ہاں کمالات تفصیل سے بیان فرمائے مگر ساتھ ہی یہ وضاحت فرما دی کہ یہ ان کی الوہیت کے نہیں، نبوت کے دلائل ہیں۔ ادھر ان کے برعکس نجد و دلی کے دو جیالے ہیں جو اس امت پر شرک کا الزام لگاتے ہیں جو شرک سے پاک ہے اور پھر اپنے مزعومہ و نام نہاد شرک کے جوش میں آ کر جس نبی محترم ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہیں، اس کے کمالات و تصرفات کا انکار ہی نہیں کرتے، نہایت گستاخانہ انداز میں اس کا نام پاک لیتے ہیں، اور پھر بدبخت اسی کو توحید خیال کرتے ہیں۔

خیر بات لمبی ہوتی چلی گئی، مقصد یہ تھا کہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ جتنے بڑے امت کے محسن ہیں، اتنے بڑے مظلوم بھی ہیں...... ان کی اصل تعلیمات کو چھپایا گیا، ان کے نام سے کتابیں لکھ کر اپنے معکوس نظریات کو ان کیا فکار و نظریات کہہ کر عام کیا گیا اور بدترین دھوکا دے کر ان کی تعلیمات کو مشرکانہ قرار دے کر خود شاہ صاحب پر بھی شرک کا فتویٰ لگایا گیا۔

اس پس منظر میں ضرورت تھی کہ اس عظیم محسن کے احسانات کا ذکر کر کے اور اس عظیم امام کی اصل تعلیمات کو سامنے لا کر اس عظیم مظلوم کا ساتھ دیا جائے۔ یہ کام مقدس بھی ہے اور محنت طلب بھی۔ اس کیلئے ایک شخص کی ضرورت تھی جس کا مطالعہ وسیع، نظر عمیق، دل درد مند اور فکر روشن ہو، چنانچہ مولانا صوفی پیر ادیب، سراپا اخلاص، سراپا جہد اور سراپا زہد جناب محمد صدیق ضیاء تربیلا ڈیم کی شکل میں ہماری مراد مل گئی۔ ان سے میری شناسائی بلکہ در اصل دوستی کو ایک تہائی صدی سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ میں گورنمنٹ ہائی سکول علی پور چٹھہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہا تھا اور یہ وہاں دسویں جماعت کے طالب علم تھے۔ یہ اس وقت بھی محنتی تھے اور وفادار۔ اس دور میں ان کی سب سے نمایاں خصوصیت غیرت عشق رسول ﷺ تھی۔ عشق رسول ﷺ سے محروم اساتذہ جو دراصل تخریب ملت کی بجائے تعمیر ملت میں مصروف رہتے ہیں، جب ان کی جماعت میں آ کر اپنے گمراہ کن خیالات کا اظہار کرتے تو مولانا محمد صدیق کے ایک ہی جواب پر چپ سادھ لیتے۔ منہ پھٹ اور گستاخ اساتذہ جو دن رات حضور پرنور شافع منشور یوم النشور ﷺ کے کمالات کا انکار کرنے کرانے پر تلے رہتے ہیں، اپنے نوعمر طالب علم کے سامنے بے بس ہو جاتے اور دوسرے طلباء استاد و شاگرد سے محظوظ بھی ہوتے اور محفوظ بھی ہو جاتے...... گویا اساتذہ کے لبادے میں آنے والے اگر ظلم شب کے نقیب تھے تو صدیق صاحب ضیائے صبح بن کر اندھیروں کو مفرور ہونے پر مجبور کر دیتے حق یہ ہے کہ ضیاء ان کے نام کا حصہ ہی نہیں بلکہ ان کی کارکردگی کا عنوان ہے اور ان کے مشن کا تعارف۔

بیسیوں نوجوانوں کو ایمان اور محبت رسول ﷺ سے مالا مال کرنے والا یہ نوجوان مبلغ و مناظر دوران تعلیم ہی شہنشاہ ولایت، ناشر زہد و طریقت شبلی زمانہ، شیخ یگانہ، قیوم زمانی، حضور قبلہ عالم اعلیٰ حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقش لاثانی قدس سرہٗ سجادہ نشین دربار لاثانی (علی پور سیدشریف) کی نگاہ محبت کا اسیر ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ذرے سے آفتاب اور قطرے سے گوہر تابدار بن گیا، یہ سراپا طلب بن کر گیا تھا، شیخ سراسر عطا بن کر جلوہ فرما ہوا، اس نے دامن اخلاص، اس نے دولت عرفان سے معمور کر دیا۔ اب اس کی صلاحیتوں میں اسی طرح اضافہ ہو جس طرح عترت رسول ﷺ کے گداؤں کی صلاحیتوں میں ہوتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک وقت آیا جب مرشد اعظم حضور نقش لاثانی قدس سرہٗ دنیا کی نگاہوں سے چھپ گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور آپ کے فرزند اکبر عالم ربانی، عارف حقانی، قیوم زمانی حضور قبلہ عالم الحاج پیر سید عابد حسین قدس سرہٗ سجادہ نشین ہوئے، جناب محمد صدیق

ضیاء صاحب کی وفاداری و نیازمندی روز افزوں رہی۔ چنانچہ شیخ کامل علیہ الرحمہ نے مرید صادق بلکہ مرید صدیق کی خدمت و استعداد کے پیش نظر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ ''فالحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول الکریم''

مولینا کی وفاداری اپنے پیرخانے سے ہی نہیں، پیرخانے کی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز سے بھی اور مثالی ہے۔ یہ فقیر راقم الحروف آسی اسی دربارِ عالی کا سگِ ادنیٰ ہے، مولانا محمد صدیق ضیاء نے اس کے ساتھ بھی اپنی مہر و وفا میں فرق نہیں آنے دیا۔ کہاں تربیلہ ڈیم، کہاں شکر گڑھ، مہینے میں کم از کم ایک دفعہ اپنے پیرخانے (دربار دُربار شہنشاہ لاثانی علی پور سیداں شریف) میں حاضر ہوتے ہیں تو میرے یہاں نقش لاثانی نگر (شکر گڑھ) میں تشریف لاتے ہیں اور پھر جو کام ان کے ذمے لگایا جائے اسے کمال تندہی سے سرانجام دیتے ہیں۔ چند سال پہلے میں نے عرض کیا کہ قوم کو 'بدعت' کے نام سے دھوکا دیا جا رہا ہے اور دلچسپ و افسوس ناک بات یہ ہے کہ جو خود بدعتی ہیں وہ انہیں بدعتی کہہ رہے ہیں، جو بدعتی نہیں سنی ہیں۔ لہٰذا اس پر بھی قلم اٹھانا چاہئے، سچی بات ہے مولانا نے قلم اٹھایا اور تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس موضوع پر اہل سنت کی کوئی اردو تحریر اس سے زیادہ مکمل مدلل اور مفید نہیں ہے، مخالفین کو بھی آج تک اس کا جواب دینے کی جرات پیدا نہیں ہوئی۔ میں نے جو عرض کیا تھا۔

کسی سنت کو بدعت بدعتی اب کہہ نہیں سکتا
مدلل ایسی لکھی اس نے بدعت کی حقیت ہے

رب تعالیٰ نے سچ کر دکھایا اپنے فضل و کرم سے اور اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے میں۔

کتاب چھپ گئی تو میں نے عرض کیا جس طرح اللہ کریم جل مجدہٗ نے اپنے محبوبوں کے طفیل 'بدعت کی حقیقت لکھنے کی توفیق، دی۔ یونہی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کے اصل افکار و نظریات' سے بھی پردہ اٹھانا چاہئے، کیونکہ یار لوگوں نے ان کے نام نامی کا بھی برا استحصال کیا ہے۔ ضیاء صاحب سنتے ہیں میدان میں آ گئے۔ کئی سو صفحات پر مشتمل ایسی کتاب جو گویا اب فردوس نظر ہے ان کی بیسیوں کتابوں کا نچوڑ ہے، تیار ہو گئی، آپ اسے پڑھ کر حیران ہو جائیں گے وہ شاہ ولی اللہ جو ہمیں مڈل سے ایم اے تک اور سکول سے یونیورسٹی تک پڑھایا جاتا ہے، اصل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ سے کتنا مختلف ہے۔ سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں والا شاہ ولی اللہ میلاد شریف و عرس شریف کا منکر ہے اور اصل شاہ ولی اللہ صاحب کے گھر میں یہ سب کچھ ہوتا ہے، نصابی کتابوں والا شاہ ولی اللہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ تک کے کمالات کا اسی طرح منکر و دشمن ہے جس طرح اس کا پوتا اسمٰعیل مگر اصل شاہ ولی اللہ حضور پرنور ﷺ کا زندہ، مختار، دانائے غیوب، حاضر و ناظر، ملجاؤ ماویٰ اور بندہ نواز و چارہ ساز سب کچھ مانتا ہے۔

اس کتاب سے آپ کو یہ اندازہ بھی ہو جائے گا کہ تحقیق کے نام پر بڑے بڑے پروفیسر کیا کیا عیاری و مکاری کرتے ہیں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ سے اصل فیض ہدایت حاصل کرنے کے بجائے کس طرح ان کی تعلیمات کو بالکل برعکس رنگ میں پیش کر کے دنیا کو آپ کے فیض سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ محدث بن محمد عبدالوہاب سے متاثر ہو گئے تھے، سخت دھوکے میں ہیں یا دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب نہایت کم فہم اور کند ذہن شخص تھا۔ اس کے ارد گرد بھی ایسے ہی لوگ جمع ہو گئے تھے جنہیں لوٹ مار کرنے کا شرعی جواز ملنا چاہئے تھا لہٰذا جب محمد بن عبدالوہاب نے اکثر بلکہ سب مسلمانوں کو مشرک، مرتد اور واجب القتل کہا تو ان کی مراد پوری ہو گئی۔ اسی سے اس کی فوج بن گئی، ورنہ محمد بن عبدالوہاب کی شخصیت میں دلآویزی کا ایک بھی پہلو نہیں تھا۔ اس کی کتابوں سے ہم جیسے گناہگار کوئی اثر نہیں لیتے۔ چہ جائیکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ جو استدلالی ایمان سے شہودی ایمان کی منزل تک پہنچ گئے تھے۔ حق یہ ہے کہ جس طرح یہ بات ناقابل یقین اور کھلم کھلا جھوٹ ہے کہ اعلیٰحضرت بریلوی آخر عمر میں کسی دیوبندی یا غیر مقلد ملا سے متاثر ہو کر وہابی ہو گئے تھے، اس سے بھی زیادہ ناقابل یقین اور افسوس ناک جھوٹ یہ ہو گا کہ کوئی شخص حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کو وہابی کہہ دے۔

☆☆......☆☆☆......☆☆

سفیر عشق رسول

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

مردم خیز خطہ ہندو پاک میں ایک نمایاں ترین اور قابل صد احترام نام حضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کا ہے، جنہیں اہلسنت بریلوی مکتب فکر میں ''اعلیٰ حضرت'' اور ''فاضل بریلوی'' ایسے باوقار القاب سے یاد کیا جاتا ہے، بالاشبہ فاضل بریلویؒ کی شخص ایک ہمہ جہت اور بھرپور شخصیت ہے، تفسیر، حدیث، ترجمہ، فقہ، شعر و ادب اور میراث میں انکا درک اور رسوخ ان سے ہزار اختلاف کے باوجود مسلم ہے۔

حکیم الامت اقبالؒ نے بجا طور پر انہیں برصغیر میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ' کا جانشین قرار دیا ہے، ان مشہور فتاویٰ رضویہ کی ضخامت اور ثقاہت کسی اہل علم سے پوشیدہ نہیں، فقہی مسائل میں ان کی رائے کبھی جادہ اصابت سے ہٹتی نظر نہیں آئی اور فقہا کے جملہ ذخیرہ علم پر ان کی نظر کا علم اعتراف ہر اس شخص کو ہے جسے کسی بھی درجے میں فقہ اور اصول فقہ سے مس ہے۔

لیکن میرے پیش نظر فاضل بریلویؒ کی شخصیت کے تمام یا متعدد پہلوؤں کا احاطہ نہیں بلکہ عنوان کے مطابق ان کی شخصیت کے نمایاں ترین عنصر ترکیبی کا تذکرہ مقصود ہے، جو تذکرہ بذات خود دل نواز، شوق انگیز، حلاوت آمیز اور روح پرور ہے، یہ موضوع چونکہ ہر مسلمان کی میراث ہے اس لئے راقم الحروف ایسا کج مج بیان بھی اشتراک احساس کی بنیاد پر اس سلسلے میں اپنے دل کی دھڑکنوں کو زبان دے سکتا ہے، اور محسوسات کو نوک قلم پر لا سکتا ہے۔

عرب و عجم کے متعدد نامور اہل علم و قلم نے فاضل بریلوی پر کام کیا ہے اور اپنے ذوق کی مناسبت سے اظہار خیال کیا ہے، فاضل بریلوی کا تفسیری کام کس پائے کا ہے؟ ظاہر ہے کوئی مفسر اس پر رائے دے گا، ان کے ذوق حدیث ہر کوئی محدث قلم اٹھا سکتا ہے، ترجمہ میں ان کی مہارت کا کیا عالم ہے کسی کہنہ مشق مترجم کا کام ہے کہ وہ اس پر لکھے، فقہی اعتبار سے فاضل بریلوی کا مقام کیا ہے؟ کوئی فقیہ ہی بہتر فیصلہ کر سکتا ہے، شعر و ادب کے مقام میں مرحوم کتنا کامیاب رہے؟ نثر و نظم کے ماہرین نے اس پر مفید تبصرے کیے ہیں، علم المیراث میں فاضل بریلوی کے درک و رسوخ کے متعلق اس فن کا کوئی ماہر ہماری رہنمائی کر سکتا ہے، لیکن عشق رسول ﷺ ایسا موضوع ہے جس کی روشنی سے کسی مسلمان کا دل محروم نہیں، جس کی تپش سے ہر سینہ آشنا ہے، جس کا گداز ہر کلمہ گو محسوس کر سکتا ہے، عشق رسول کوئی فن نہیں ہے کہ کوئی صاحب فن ہی اس پر اظہار خیال کرے اور کوئی شعبہ علم نہیں کہ کوئی بڑا عالم یہ گتھی سلجھائے، بلکہ یہ سراسر کیفیت ہے، ذوق ہے، تڑپ ہے، وارفتگی ہے، والہانہ پن ہے، سوز دروں ہے، گداختگی اور شیفتگی ہے عین ممکن ہے کوئی غازی علم الدین شہیدؒ ایسا محنت کش اس میدان میں الفارابی اور البیرونی سے بہت آگے ہو، کوئی دیوانہ اپنے عہد کے تمام فرزانوں سے بازی لے جائے، کوئی سادہ لوح کسی نکتہ سنج سے زیادہ خوش نصیب ہو، اور کوئی خاک بسر اور چاک گریباں اس کوچے کا زیادہ راز دار ہو، اس حوالے سے میں حق رکھتا ہوں کہ فاضل بریلویؒ کے اس پہلو پر بات کروں جو بات قند و نبات سے زیادہ شیریں ہے۔

بدقسمتی سے برصغیر پاک و ہند فرقہ واریت کی آکاس بیل میں بری طرح لپٹا ہوا ہے اس لئے ہر شخصیت کے بارے میں کچھ اس طرح کا تاثر بنا ہوا ہے۔

جس کو چاہا خمار میں چاہا
جس کو دیکھا غبار میں دیکھا

چاہنے والے اپنے ممدوح کو سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچاتے اور گرانے والے تحت الثریٰ سے کم پر راضی نہیں ہوتے اس اعتبار سے فاضل بریلویؒ مظلوم ہیں کہ ان کے ساتھ بھی انصاف یا رحم کا معاملہ نہیں کیا گیا، اس میں کیا شک ہے کہ کسی شخصیت کے ہر پہلو سے اتفاق ضروری نہیں ہوتا لیکن یہ بھی تو لازم نہیں آتا کہ ہر پہلو سے اختلاف ہی کیا جائے اس معاملے میں صوفیائے کرام بازی لے گئے ہیں کہ ان کا مزاج ہی یہ رہا ہے کہ جب خوبی دیکھنا چاہی تو غیر کے اندر ڈھونڈھی اور جب عیب کی جستجو ہوئی تو اسے اپنے اندر پایا، اور یہی جوہر آدمیت اور معراج انسانیت ہے۔

صوفیاء کو کبھی دینے والے کی کثرت عطا میں خامی نظر نہیں آئی انہیں ہمیشہ اپنے دامن کی تنگی کا احساس رہا، وہ برملا کہتے رہے کہ ساقی کی مے بے درد اور صاف تھی مگر ہمارے پیمانے کی میل نے اسے گدلا کر دیا، کاش ہم سبھی اس مزاج کا دل رکھتے ہوں کہ وہ نفرت کی آندھیوں میں بھی محبت کا چراغ اپنے طاقچے میں سجائے رکھے، مجھے تسلیم ہے کہ فاضل بریلویؒ کا بعض معاملات میں لب ولہجہ بڑا تلخ رہا، بعض پہلوؤں سے ان کی ترشی قلم آشکارا ہے، بعض گوشے ان کی تندی اور شدت کی چغلی کھاتے ہیں لیکن یہ طے ہے کہ وہ معاملہ، وہ پہلو اور وہ گوشہ عشق رسول ﷺ کا ہے محرک سراسر ایسی ہے اس کے علاوہ قسم بخدا کچھ نہیں اور اس کی رعایت انہیں ملنی چاہیے، چشمہ جب ابل پڑے تو چاروں کونوں پر پانی گرتا ہے دل کی دھڑکن تیز ہو جائے تو اسے ملٹری سٹائل ڈسپلن میں رکھنا ناممکن ہے، عقل کے ہر باریک نکتے کو بار بار چھلنی سے گزارے میں کوئی حرج نہیں لیکن عشق کی شوخی ہر مذہب وملت میں لائق عفو ہوتی ہے، اس شوخی میں بسا اوقات گریبان تار تار ہو جاتے ہیں، ہو جانے دیجئے، کہ یہی بارگاہ عشق کے آداب ہیں، اللہ تعالی کے ہاں اعمال کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے اور اگر نیت میں عشق رسول ﷺ کارفرما ہے تو کسی عاشق کی تلخی کی شہد ناب کا درجہ دینا چاہیے، ہم دینوی اغراض اور تجارتی مقاصد کیلئے کیسے کیسے تلخ تجربے اور تبصرے سن کر چپ ہو جاتے ہیں کہ چپ رہنے ہی میں فائدہ نظر آتا ہے، تو کیوں نہ اس بات میں کسی کے جذبات کو مثبت نگاہوں سے دیکھا جائے اگر میں مفتی کے منصف پر فائز ہوتا تو میرا فتویٰ ہے کہ کسی عاشق کے پتھر فقیہ ومتکلم کے پھولوں سے زیادہ نرم ونازک ہوتے ہیں

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا نجانے میں کس کیفیت میں کھو گیا بات ہو رہی تھی فاضل بریلویؒ کے سفیر عشق رسول ﷺ ہونے کی، اس باب میں ان کے نثر پارے کیسے شہ پارے ہیں اہل نظر سے مخفی نہیں مگر ان کا نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' اپنے دامن میں جو جذبات کی فراوانی، محبت کا غلبہ، درد اور سوز کی کیفیت، والہانہ پن، خوبصورت سلیقہ اظہار اور جذب ومستی میں ڈوبے ہوئے الفاظ وحروف رکھتا ہے اسے ''مولوی'' نہیں ''صوفی'' بن کر پڑھئے تو دل دھک دھک کر اٹھتا ہے۔ آنکھیں ابل پڑتی ہیں، کلیجے پر برف پڑ جاتی ہے، جگر تھامے نہیں تھمتا، روح سرشار ہو جاتی ہے اور دماغ معطر اور معنبر ہو جاتا ہے، اس پیارے ﷺ کی بات ایسے پیارے لہجے میں کی گئی ہے کہ اپنے آپ ہر پیار آنے لگتا ہے، دنیا میں قوس قزح کی معصومیت کے چرچے ہیں، چاندنی کی ٹھنڈک کی باتیں ہوتی ہیں، شبنم کی پاکیزگی ضرب المثل ہو کر رہ گئی ہے، گلاب کی شادابی کی کیا بات ہے، غنچے اور کلی کی لطافت اپنی جگہ مسلمہ ہے، ہیرے کی آب وتاب کا جواب نہیں، نسیم سحر کی جادوئی خوشبو کا زمانہ معترف ہے، تاروں کی لو بڑی دلآویز ہوتی ہے، کنول کے پھول بڑے شفاف ہوتے ہیں، ہرنی کی چال میں بڑا بانکپن ہوتا ہے، کوئل کی نغمگی سبحان اللہ، آبشار کی گونج ماشاء اللہ۔ کچی مٹی کی سوندھی مہک کیا کہنے، اور پنکھڑی کی نازکی واہ واہ۔

مگر خدا لگتی بات ہے فاضل بریلویؒ نے نعت رسول ﷺ میں جو گھلاؤ اور رچاؤ پیدا کیا ہے، جو کیفیت اور جو معنویت پیدا کی ہے، جو رنگ اور جو نور پیدا کیا اس کا جواب نہیں، اور دل بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ جس ذات ستودہ صفات کا پیراہن کا غذی اتنا خوبصورت ہے وہ خود کتنی دلآویز اور دلربا شخصیت ہوگی، سب سے بڑھ کر یہ کہ فاضل بریلویؒ یہاں فقط قادر الکلام شاعر نظم نظر نہیں آتے جو الفاظ سے کھیلتا ہے، کہنہ مشق شاعر معلوم نہیں ہوتے جو استادانہ فن کا مظاہرہ کرتا نظر آئے، بلکہ صرف اور صرف عاشق زار، مشتاق دیدار اور زائر اشکبار نظر آتے ہیں، اگر چہ ان کے قادر الکلام اور کہنہ مشق شاعر ہونے میں کوئی شک نہیں ملک سخن میں ان کی شاہی مسلم ہے، ہر سمت ان کے سکے بٹھانے کا دعویٰ درست ہے، مگر اس راہ میں تو انہوں نے پلکیں بچھا دیں، اس میخانے میں تو اپنی حسرتیں لٹا دیں، اور اس مکتب میں اپنی دانائیاں گنوا دیں، انہوں نے پارہ جگر سے لفظ اور اشک چشم سے حرف تراشے ہیں، تب حدائق بخشش تیار ہوا۔

بعض نعتوں میں وہ رنگ تغزل ہے کہ جس کے سامنے غزل کی رابا حیت شرما جاتی ہے، بعض شعرا اسے جو روح القدس کی تائید کے بغیر کہے نہیں جا سکتے، کچھ شعر اس پائے کے ہیں کہ قلیم سخن کے تاجداران کے سامنے کورنش بجالاتے نظر آتے ہیں، ایسی نعتیں بھی آپ کے قلم اور زبان سے ادا ہوئی ہیں اگر جامیؒ وقدسیؒ اس عہد میں ہوتے تو وہ اردو سیکھنے کی آرزو کرتے تا کہ براہ راست لطف اور حظ اٹھا سکیں، میری رائے میں فاضل بریلویؒ کا یہ پہلو اتنا تابناک اور شاندار ہے کہ کوئی صاحب ذوق اس سے صرف نظر کر کے اپنے آئینہ ذوق کو صیقل نہیں کر سکتا، آیئے ہم مل کر رنگ ونور اور جذب وسرور

کے دوش پر سوار ہو کر عشق و محبت اور کیف و مستی کی وسعتوں میں سفر کریں، ایک جگہ یہ آہنگ نظر آتا ہے جو محتاج تشریح نہیں۔

وہ کمال حسن حضور ﷺ ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

ایک اور مقام پر ملاحظہ ہو:

جس کے تلووں کا دھوون ہے آب حیات
ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی ﷺ

یہ شعر بھی پڑھئے اور سر دھنیئے:

لحد میں عشق رخ شہ ﷺ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

اس شعر کا دنیائے کائنات میں آ کر کیا جواب ہو سکتا ہے ملاحظہ فرمائیے

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

حضور ﷺ کے جود و کرم، نوازش و مہربانی اور فیض و عطا کا کن پیارے الفاظ میں نقشہ کھینچتے ہیں۔

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشئ رحمت کا قلمدان گیا

المختصر فاضل بریلوی ؒ کے قلب و ضمیر میں عشق رسول ﷺ کا فقط گل صد برگ نہیں پورا گلستان آباد و شاداب ہے جس سے دل و جاں مہک رہے ہیں۔

☆☆☆

ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا
مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی
اب عمل پوچھتے ہیں لائے نکما تیرا
تیرے ٹکڑوں پہ پلے، غیر کی ٹھوکر پہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

☆☆☆

دینی تعلیم ...... وقت کی اہم ضرورت

ملک پاکستان میں اس وقت دنیاوی تعلیم کے بے شمار ادارے کام کر رہے ہیں۔ لیکن کبھی آپ نے اس بات پر غور کیا کہ تعلیم اتنی عام ہونے کے باوجود ہماری عادات و خصائل، ایک دوسرے سے میل ملاقات اور تعلقات کا معیار وہ نہیں جو ایک صحیح مسلمان کا ہونا چاہئے بچوں کا والدین سے رویہ اکثر و بیشتر غلط ہے نماز کی طرف کوئی رجحان۔ ٹی۔ وی کی طرف میلان ہے، آخر کیوں؟ اسلئے کہ ہمیں جو تعلیم دی جا رہی ہے، وہ ہمیں بابو تو بناتی ہے لیکن صحیح مسلمان نہیں ہم اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ ہیں۔

بچے کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے۔ اسلئے اگر آج کی بچی اور مستقبل کی ماں کی تربیت صحیح اسلامی خطوط پر کی جائے اور انہیں دینی علوم پر دسترس حاصل ہو تو امید ہے کہ یہ مائیں نئی نسل کی بہترین تربیت کریں گی (انشاءاللہ) اور یوں ہمارا مستقبل کا معاشرہ صحیح اسلامی معاشرہ کہلانے کا حقدار ہوگا۔

اس مقصد کے حصول کیلئے لاثانی گرلز ڈگری کالج شکر گڑھ درمان روڈ شکر گڑھ (قائم شدہ 1977) کے پرنسپل غلام سرور گھمن صاحب انتظامیہ نے طالبات کی "دینی و عصری تعلیم" کیلئے "درس نظامی" کا شعبہ قائم کیا ہے اس شعبہ میں

۱......مڈل پاس طالبات کو گوجرانوالہ بورڈ سے "درس نظامی" میں میٹرک کروانے کیلئے دیگر کتب کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث، فقہ اور سیرت رسول اللہ ﷺ کے مضامین پڑھائے جائیں گے۔ یوں ان کا میٹرک بھی ہوگا۔ اور دینی علوم سے آگاہی بھی

۲......میٹرک پاس طالبات کو درس نظامی کا کورس "خاصہ" اور بورڈ سے ایف اے ایک ساتھ کرائے جائیں گے اور اوپن یونیورسٹی سے A.T.T.C کروایا جائے گا۔ بعد ازاں ایم اے ہوگا۔

۳......ایف اے اور "خاصہ" کے بعد "درس نظامی" کا کورس "عالیہ" اور یونیورسٹی سے بی اے ایک ساتھ کروایا جائے گا۔

ان علوم کی تدریس کے ساتھ طالبات کو گھریلو امور (سلائی۔ کڑھائی، پکوائی اور صفائی وغیرہ) کی تربیت پر بھرپور توجہ دی جائیگی۔ دور دراز کے دیہاتوں کی طالبات کی رہائش کیلئے کالج کے اندر ہوسٹل کی بہترین عمارت تعمیر کی جا رہی ہے۔ جہاں دیگر سہولیات کے ساتھ ساتھ موسم گرما میں ائیر کولر اور سرما میں گیس ہیٹرز کا بندوبست بھی ہوگا۔ خوہشمند مڈل اور میٹرک کے رزلٹ کے بعد داخلے کیلئے رجوع کریں۔

علامہ اقبال کی چار ایمان افراز

سچی کہانیاں

قاضی عبدالمجید قریشی

وہ یادگار لمحے جب اسلام کی روشنی
چپ چاپ دلوں میں اتر گئی!

ڈاکٹر محمد اقبال ایک پختہ دماغ عارف اور حکیم تھے، آپ جب بھی کسی مسئلے پر گفتگو کرتے تھے، اس کے تعلق میں کلیات وتخیلات کا اور ان کے ساتھ ہی مثالوں اور حوالوں کا ایک مواج دریا آپ کے دماغ سے اترتا تھا اور زبان سے بہہ جاتا تھا۔

۱۲۸ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو راقم الحروف موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ آرام کرسی پر تشریف فرما تھے، حقہ سامنے رکھا تھا۔ رسمی مزاج پرسی ہوئی اور اس کے بعد تبلیغ اسلام کے عنوان پر گفتگو شروع ہوگئی،

''آپ ایک کتاب لکھئے'' ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔

''کیسی کتاب؟'' میں نے پوچھا۔

''تحقیقات کرنے سے آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ ہندوستان کے قصبات اور دیہات میں ہزارہا غیر مسلم حلقہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان از خود مسلمان ہونے والوں سے ملے اور ان سے قبول اسلام کی وجوہ دریافت کر کے ایک کتاب میں جمع کر دے تو اس سے تبلیغ اسلام کے مقصد کو بے حد تقویت حاصل ہوگی''۔

''کیا صداقت اسلام کے متعلق پہلے دلائل ناکافی ہیں؟'' میں نے پوچھا!

''بہت کافی ہیں، مگر ایسا کرنے سے کئی ایسے عجیب اور جدید دلائل آپ کو ملیں گے کہ دنیا حیرت زدہ رہ جائے گی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ دل اور دماغ کے کام کرنے کے طریقوں میں بہت فرق ہے دماغ اکثر اوقات ہزارہا مضبوط دلائل کو مسترد کر دیتا ہے اور ان کی کچھ بھی پروا نہیں کرتا، لیکن دل اس کے برخلاف، بعض اوقات کمزور سے کمزور چیزوں سے اس قدر متاثر ہوجاتا ہے کہ صرف ایک ہی جھٹکے میں زندگی کا سارا نقشہ بدل جاتا ہے۔ قبول اسلام کا جس قدر تعلق دل سے ہے، دماغ سے نہیں۔ اصل بات جو مبلغ کو معلوم ہونی چاہئے، یہ ہے کہ وہ کون کون سے نشتر ہیں جن سے دل متاثر ہوا کرتے ہیں؟ کفار اور مشرکین کے انقلاب حیات کی ہزارہا مثالیں تاریخ اسلام میں موجود ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص اپنے حالات کے ماتحت، ایک خیال یا ایک مذہب پر چٹان کی طرح قائم ہوتا ہے، ناگہاں غیب سے اس کے دل پر ایک پر ایک نشتر چلتا ہے اور چشم زدن میں اس کی زندگی کی تمام گزشتہ تاریخ بدل جاتی ہے۔ صداقت اسلام کے عقلی دلائل تو آپ کے پاس بہت ہیں، مگر قلبی دلائل کم ہیں، اگر آپ نومسلموں کے پاس جائیں تو وہ بتائیں گے کہ اسلام کی وہ کون بے ساختہ ادا تھی جو ان کے دل کو بھا گئی؟ اگر ان کے بیانات ایک کتاب میں جمع کر دیے جائیں تو مجھے یقین ہے کہ انقلاب حیات کی ایک بالکل نئی دنیا مبلغین اسلام کے سامنے آجائیگی اور انہیں اشاعت اسلام کیلئے ایسے نئے دلائل یا جدید ہتھیار مل جائیں گے کہ ان سے اسلام کا موجودہ کتب خانہ خالی ہے۔''

''ڈاکٹر صاحب، آپ کو بھی کوئی واقعہ یاد ہے''؟ میں نے پوچھا۔

ڈاکٹر اقبال تھوڑی دیر چپ رہے، اس کے بعد فرمایا:

''میں آپ کی کتاب کیلئے چار نہایت ہی دلچسپ مثالیں پیش کرسکتا ہوں۔''

''آپ کو تکلیف تو ضرور ہوگی، مگر اسلام کی خدمت ہوجائے گی، آپ تکلیف کر کے ضرور ارشاد فرمایئے۔'' میں نے التماس کی۔ ڈاکٹر صاحب نے بیان کرنا شروع کیا:

''مشہور انگریز نومسلم مسٹر داؤد آ پمن مرحوم (ایڈیٹر مسلم آؤٹ

لک'' لاہور) ایک نہایت زندہ دل آدمی تھے، آپ کی عالمانہ زندگی کی عجیب و غریب خصوصیتوں میں سے ایک یہ تھی کہ آپکو پلاؤ سے نہایت ہی غیر معمولی محبت تھی۔ اگر آپ کو کوئی پلاؤ بھیجتا تھا، آپ برابر کئی کئی ہفتے اس کا شکریہ ادا کرتے رہتے تھے، میں نے ایک دن مرحوم سے سوال کیا: آپ کے مشرف باسلام ہونے اسباب کیا ہیں؟

مرحوم نے فرمایا: ''میرے مسلمان کا قصہ نہایت ہی عجیب ہے۔ اگر میں عرض کروں تو آپ حیران رہ جائیں گے، میرا اسلام کے متعلق کوئی مطالعہ نہیں تھا کہ مجھے کسی عالم و فاضل مسلمان کی صحبت میسر آئی تھی کہ مجھ پر اسلام کی خوبیاں منکشف ہوتیں میں انگلستان سے آیا اور بمبئی میں رہنے لگا ہندوستان میں میرے سب سے پہلے دوست وہ لوگ تھے جو سیاسی تحریکات میں حصہ لیتے تھے۔ بمبئی کے مذہبی حلقوں سے نہ میرا تعارف تھا اور نہ تعلق۔ جب میں نے ہندوستان کی سیاسی تحریکات میں حصہ لینا شروع کیا تو بعض مقامی مسلمانوں سے بھی میری ملاقات ہوئی اور میں ان کے ہاں آنے جانے لگا۔ ایک مرتبہ ایک معزز مسلمان نے مجھے کھانے پر بلایا۔ اسلامی طریق کے مطابق دسترخوان بچھایا گیا، اس وقت جو چیزیں میرے سامنے لائی گئیں، ان میں ایک پلاؤ بھی تھا، میری زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ میری زبان اس بہشتی نعمت سے لذت اندوز ہوئی، میں پلاؤ کھا رہا تھا، مزے لے رہا تھا، مسحور ہو رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ کچھ غور کر رہا تھا۔''

''آپ غور کر رہے تھے؟'' ڈاکٹر اقبال نے پوچھا،

''میں نہیں کہہ سکتا، میری سوچ کیا تھی؟ ڈاکٹر صاحب' میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں، میں پلاؤ کھا رہا تھا مزے لے رہا تھا اور کچھ غور کر رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ میرے خیالات میں ایک نہایت ہی خوش گوار تبدیلی پیدا ہو رہی تھی۔ یکا یک مجھے ایک خیال سوجھا، اس طرح کہ تمام جسم میں ایک بجلی سی دوڑ گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ غیب سے ایک نشتر چلا ہے اور میری کایا پلٹ گئی ہے۔ میں نے خیال کیا کہ جس قوم کا مذاق کھانے کے معاملے میں اس قدر لطیف پاکیزہ ہے دین اور روحانیت کے معاملے میں اس کا معیار کتنا کچھ لطیف اور پاکیزہ ہوگا؟'' یہ کہہ کر مسٹر آپمن نے قہقہ لگایا اور کہا۔ ڈاکٹر صاحب' مجھے نہ تو آپ کے کسی ملانے مسلمان، کیا اور نہ صوفی نے، میں نے حضرت پلاؤ کے ہاتھ مشرف بہ اسلام ہوا ہوں۔''

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: ''دو چار قہقھوں کے بعد مسٹر داؤد آپمن پھر سنجیدہ ہوئے اور کہنے لگے۔'' میں نے پلاؤ کی رکابی کے سامنے بیٹھ کر مسلمانوں کی خوش مذاقی اور اسلام کی لطافت کا جو اندازہ کیا تھا، بعد کے مطالعہء اسلام سے بالکل صحیح ثابت ہوا۔ میں نے دیکھا کہ زندگی کے ہر میدان میں اسلام صرف بلندی اور برتری کا علمبردار۔ اسلام کی سلطنت میں کہیں بھی بدمذاقی اور پستی نہیں ہے۔ جس قدر اسلام کی عبادت بلند ہے، اسی قدر اسلام کی تہذیب بھی بلند ہے۔ جس قدر اسلام کے طعام و لباس بلند ہیں، میرے نزدیک کسی شخص کے قبول اسلام کے معنی یہ ہیں کہ وہ ساری دنیا سے اونچا ہو جاتا ہے اور پھر اس کی زندگی میں جس قدر بھی اعمال سرزد ہوتے ہیں، وہ بھی دنیا بھر کے عملوں سے اونچے ہوتے ہیں۔''

اس کے بعد مسٹر داؤد آپمن پھر ہنسے اور پلاؤ کی تعریفیں کرنے لگے، ہماری گفتگو کو ماحصل یہ تھا: ''پلاؤ زندہ باد'' ڈاکٹر اقبالؒ نے کہا۔

''اسلام زندہ باد'' مسٹر داؤد آپمن نے جواب دیا۔

'' ڈاکٹر صاحب، آپ کا دوسرا واقعہ کیا ہے؟'' میں نے پوچھا ڈاکٹر اقبال نے بیان کرنا شروع کی: ''لیڈی بارلس کا ایک نومسلم فوجی انگریز کی بیوی تھیں۔ چند سال کا ذکر ہے کہ یہ دونوں میاں بیوی ایک مقدمے میں مبتلا ہو گئے اور اسی سلسلے میں میرے پاس آئے، چونکہ الزامات نادرست تھے، اس لئے تھوڑی سی پریشانی کے بعد عدالت نے ان دونوں کو عزت کے ساتھ بری کر دیا، اس کے چند روز بعد لیڈی بارلس میرا شکریہ ادا کرنے کیلئے لاہور تشریف لائیں، اس وقت میں نے سوال کیا لیڈی صاحبہ، آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے اسباب کیا ہیں''۔

''مسلمانوں کے ایمان کی پختگی، ڈاکٹر صاحب! لیڈی بارلس نے جواب دیا۔

' لیڈی صاحبہ! میں نہیں سمجھا اس آپ کیا مراد ہے؟'' ڈاکٹر صاحب نے پوچھا۔

ڈاکٹر صاحب! میں نے دیکھا ہے کہ دنیا بھر میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس کا ایمان مسلمانوں کی طرح ایمان پختہ ہو، بس، اسی چیز نے مجھے اسلام کا حلقہ بگوش بنا دیا ہے۔''

لیڈی بارلس نے اپنا نظریہ پیش کر کے تھوڑا سا تامل فرمایا اور کہا''

ڈاکٹر صاحب میں ایک ہوٹل کی مالکہ تھی یہیں ایک دفعہ میجر صاحب کھانے کیلئے آئے تھے مجھے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہیں۔تھوڑا عرصہ ہماری گفتگوئیں جاری رہیں اور اس کے بعد میری ان سے شادی ہوگئی، میرے ہوٹل میں ایک ستر سالہ بڑھا مسلمان ملازم تھا۔اس بڑھے کا فرزند نہایت خوبصورت نوجوان تھا۔پچھلی بیماری میں جب یہ لڑکا چل بسا تو مجھے بے حد صدمہ ہوا۔ میں بڑھے کے پاس تعزیت کیلئے گئی، اسے تسلی دی اور دلی رنج وغم کا اظہار کیا، بڑھا نہایت غیر متاثر حالت میں میرے الفاظ سنتا رہا اور جب میں غم کی باتیں ختم کر چکی تو اس نے نہایت شاکرانہ انداز میں آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور کہا۔

''میم صاحب، یہ خدا کی تقدیر ہے۔خدا کی امانت تھی، خدا لے گیا ،اس میں غم زدہ ہونے کی کیا بات ہے؟ ہمیں تو ہر حال میں خدائے غفور کا شکر یہ ادا کرنا واجب ہے۔''

لیڈی بارلس اتنا کہہ کر رک گئی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس نے کوئی نہایت ہی عجیب معجزہ بیان کیا ہے اور اب وہ زبان حال سے مجھ سے یہ مطالبہ کر رہی تھی کہ میں بھی اس کے ساتھ مل کر حیرت کا اظہار کروں۔

میں نے کہا: لیڈی صاحبہ، پھر؟''

لیڈی صاحبہ نے پھر اپنا قصہ شروع کیا اور کہا!

''ڈاکٹر صاحب، بڑھے کا آسمان کی طرف انگلی اٹھانا ہمیشہ کے لئے میرے دل میں پیوست ہوگیا۔میں بار بار اس کے الفاظ پر غور کرتی تھی اور حیران تھی کہ الہٰی ،اس دنیا میں اس قسم کے صابر اور شاکر اور مطمئن دل بھی موجود ہیں ۔ مجھے بڑی کاوش یہ تھی کہ بڑھے نے ایسا پر استقامت دل کیسے پایا؟ اسی غرض سے میں نے پوچھا'' کیا مرحوم کے اہل وعیال بھی تھے''؟ وہ کہنے لگا'' ایک چھوٹا بچہ اور ایک بیوی ہے۔'' بڑھے کے اس جواب نے میری حیرت کو کم کر دیا۔میں نے بڑھے کے اطمینان قلب کی یہ تاویل کی کہ چونکہ پوتا موجود ہے،اس واسطے وہ اس کی زندگی اور محبت کا سہارا ہوگا،لیکن ڈاکٹر صاحب! میں نے اس تاویل سے اگر چہ اپنے دماغ کو پرچالیا،مگر میرے دل کو اطمینان نہ ہوا اور میں برابر اس پڑتال میں لگی رہی کہ کسی طرح اپنے بڑھے ملازم کے دل کی صحیح کیفیت سمجھوں۔

اس واقعے کے تھوڑے ہی دن بعد یتیم بچے کی ماں بھی چل بسی۔اس سے میرے دل کو بہت تکلیف ہوئی۔بڑھے کی بہو کا غم میری عقل پر چھا گیا،مگر ٹھیک اسی وقت میری وہ قدیم تڑپ بھی جاگ اٹھی،اور میں نے خیال کیا کہ بڑھے کے امتحان کا اصل وقت یہی ہے۔میرے دل پر اسکی طویل خدمت گزاریوں کا اثر تھا۔اس کے نوجوان بیٹے کے انتقال کے بعد اب اس کی بہو کی موت اور اس کے پوتے کی یتیمی نے اس اثر کو اور بھی زیادہ چمکا دیا تھا ۔لیکن اس فطری اور رسمی ہمدردی اور دلنوازی کے علاوہ اصل چیز جو میری دلچسپیوں کا حقیقی مرکز تھی، کہ میں بڑھے کی کیفیت قلب کا صحیح اندازہ کروں۔میں دوسرے دن بڑھے کے گاؤں کو(جو بالکل ہی قریب تھا) روانہ ہوئی۔اس وقت جذبات وتخیلات کی ایک بیتاب کائنات میرے ہمرکاب تھی ۔میں ہر ایک قدم پر یہ خیال کرتی تھی کہ اس تازہ مصیبت نے بڑھے کی حالت کو بالکل بدل دیا ہوگا۔وہ کبھی اپنی ضعیفی اور حال زار پر غور کرتا ہوگا، پھر اپنے یتیم ہوتے کی کمسنی کو دیکھتا ہوگا اور غم میں ڈوب جاتا ہوگا،مگر دوسرے ہی قدم پر یہ سوچنے لگتی جب اس کا معصوم، کمسن اور لاوارث پوتا، ماں اور باپ کے فراق میں بلبلاتا ہوگا تو وہ کس طریقے سے اس کے اور اپنے دل کا اطمینان کریگا؟ وہ اس کے والدین کی قبروں کو کہاں چھپائے گا ؟ وہ اس کے آنسوؤں کی جواب دہی سے کیونکر عہدہ برآ ہوگا؟ وہ ضعیفی اور اپنے پوتے کے تاریک مستقبل پر کیا پردہ ڈالے گا؟ ان تمام سوالات نے میرے دل اور دماغ کیلئے جو فیصلہ مہیا کیا، یہ تھا کہ بڑھے کا وہ پہلا صبر واستقامت ختم ہو چکا ہوگا۔میں اسی فیصلے کے ساتھ لے کر بڑھے کے گھر میں داخل ہوگئی اور اس کی تازہ مصیبت پر افسوس کا اظہار کیا اور اسے اپنی ہمدردی کا یقین دلایا۔بڑھا نہایت ہی امن وسکون سے میری دردمندانہ باتیں سنتا رہا،لیکن جب اس کے جواب کی نوبت آئی تو اس نے پھر انگلی آسمان کی طرف اٹھا دی اور کہا:

''میم صاحب! خدا کی تقدیر میں کوئی شخص دم نہیں مار سکتا۔اسی نے دیا تھا اور وہی لے گیا۔ہمیں ہر حال میں اس کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔''

اور لیڈی بارنس بڑھے گے کے الفاظ نقل کرنے کے بعد پھر رکی، گویا کہ وہ مجھ سے ان الفاظ کی داد طلب کر رہی تھی۔انہوں نے تھوڑا تعامل کیا جس میں میری ایک قسم کی محویت ملی ہوئی تھی۔لیڈی بارنس نے اپنے سلسلہء کلام کو پھر شروع کیا اور کہا!

''ڈاکٹر صاحب میں جب تک بڑھے کے پاس بیٹھی رہی، نہ اس

کے سینے سے آہ نکلی، نہ آنکھ سے آنسو گرا اور زبان پر افسوس کا لفظ آیا۔ وہ اس طرح اطمینان کی باتیں کرتا تھا کہ گویا اس نے اکلوتے بیٹے او بہو کو زمین میں دفن نہیں کیا، بلکہ اپنی زندگی کا کوئی بڑا فرض ادا کیا ہے۔ تھوڑے عرصے بعد میں وہاں سے واپس آ گئی۔ میں بڈھے کی پختگی ایمان پر بالکل حیرت زدہ تھی۔ میں بار بار غور کرتی تھی اور تھک جاتی تھی، مگر مجھ پر یہ معما حل نہیں ہوتا تھا کہ اس پریشانی میں کسی انسان کو یہ استقامت حال کیسے نصیب ہو سکتی ہے؟

''چند روز کے بعد اس کے معصوم پوتا بھی گزر گیا، اس اطلاع کے بعد میں نے اپنی اندازہ شناسی کی تمام تاویلوں کو نئے سرے سے اپنے دماغ میں جمع کیا تا کہ اس کے حال کا اندازہ کروں۔ میں بڑی بے قراری کے عالم میں اس کے پاس گاؤں پہنچی مجھے یقین تھا کہ اب لاوارث بڈھا اپنی تمام دنیا کو ختم کر چکا ہوگا، اس کے حواس، ہوش سے بیگانہ ہوں گے، اس کا دل ودماغ مقفل ہوگا اور یاس اس کی امید کے تمام رشتے منقطع کر چکی ہوگی۔ انہی توقعات کو ساتھ لے کر بڈھے کے مکان میں داخل ہوئی اور نہایت ہی دلسوزی سے اس کے مصائب پر غم کا اظہار کیا۔ مجھے یہ معلوم کر کے از بسکہ حیرت ہوئی کہ میری اظہارِ افسوس کا بڈھے کے دل پر کچھ بھی اثر نہ تھا وہ بڑی بے تکلفی سے بیٹھا تھا اور نہایت ہی غیر متاثر حالت میں میری گفتگو ختم ہوگئی تو بڈھے نے زبان کھولی۔ اس نے پہلے کی طرح پھر اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھا دی اور کہا!

''میم صاحب، یہ خدا کی حکمت کے کھیل ہیں، اس نے دیا تھا واپس لے لیا، اس میں ہمارا کیا تھا جس پر ہم اپنے دل کو برا کریں۔ بندے کو ہر حال میں اپنے خدا کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔ ہم مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ اللہ کی رضا پر صبر کریں''۔

اب لیڈی بارنس دردِ دل کیفیتوں سے لبریز تھی، اس نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھایا اور روتی ہوئی آواز میں کہا'': ڈاکٹر صاحب! اس بڈھے کا یہ جواب میرے لئے قتل کا پیغام تھا۔ اس کی انگلی آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھی اور تیر بن کر میرے دل کو کرید رہی تھی۔ اب میں نے اس مردِ ضعیف کی پختگیء ایمان کے سامنے ہمیشہ کیلئے سر جھکا دیا۔ مجھے یقین حاصل ہوگیا کہ یہ اطمینان قلب مصنوعی نہیں بلکہ حقیقی ہے، اب میں نے کہا اے میرے بوڑھے باپ! اب تم اکیلے اس گاؤں میں رہ کر کیا کرو گے۔، میرے ساتھ ہوٹل میں چلو اور آرام سے زندگی بسر کرو۔'' بڈھے نے اس میری دعوت کا شکریہ ادا کیا اور بے تکلف میرے ساتھ ہوٹل چلا آیا، یہاں وہ دن بھر ہوٹل کی خدمت کرتا تھا اور رات کو خدا کی عبادت میں مصروف ہو جاتا۔

کچھ عرصہ بعد اس نے کہا کہ میں آج قبرستان کو جاؤں گا، میرے دل میں پھر وہی امتحان لینے کی لٹک پیدا ہوئی، دل نے کہا یہ دیکھنا چاہئے کہ وہاں اس کے صبر وتحمل پر کیا گزرتی ہے۔ بڈھا ہوٹل سے نکل کر اس خاموش اور ویران مقام کی طرف آیا جہاں اس کے تینوں عزیز مدفون تھے، میں ایک طرف کھڑی ہوگئی اور وہ قبرستان پہنچتے ہی پریشان حال قبروں کو درست کرنے میں مصروف ہوگیا۔ وہ مٹی کو کھود کھود کر لاتا تھا اور قبروں کو درست کرتا تھا، اس کے بعد وہ پانی لے آیا اور قبروں پر چھڑکاؤ کرنے لگا، جب قبریں درست گئیں تو بڈھے نے وضو کیا، ہاتھ اٹھائے اور اہل قبرستان کے حق میں دعائیں کی اور واپس چل دیا، میں اس تمام عرصے میں نہایت ہی احتیاط سے اس کی تمام حرکات کو دیکھا اور محسوس کیا کہ اس کے ہر کام میں اطمینان کا نور اور ایمان کی پختگی جلوہ گر ہے، اب میرے دل پر ایک غیبی نشتر چلا اور مجھے محسوس ہوا کہ یہ بڈھے کی خوبی نہیں، بلکہ یہ اس دین حق کی خوبی ہے جس کا یہ بڈھا پیرو ہے۔ میں نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کر لیا اور ہوٹل میں پہنچ کر بڈھے سے کہا وہ کوئی بھی عورت بلا لائے جو مجھے اسلام کی تعلیم دے، بڈھا فی الفور اٹھا اور اپنے مُلاّ کی لڑکی کو بلا لایا۔ اس نے مجھے خدا اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کی ترغیب دی اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سبق سکھایا۔

''ڈاکٹر صاحب، اب میں خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلمان ہوں اور وہی عظیم الیشان قوت ایمانی، جس سے کہ بڈھے کا دل سیراب تھا، اب اپنے سینے میں موجو پاتی ہوں، اب مجھے اپنے خدا پر اس قدر پختہ ایمان ہے کہ خواہ کس قدر مصیبت آئے میرے قدموں کو کبھی لغزش نہیں ہو سکتی۔

☆☆☆

۲۹ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو میں ڈاکٹر اقبال کی خدمت میں پھر حاضر ہوا۔ آپ آرام کرسی پر تشریف فرما تھے، حقہ چل رہا تھا، کل کی ملاقات میں آپ دو نومسلموں کے واقعات سنا چکے تھے، آج باقی دو واقعات سنانے کی فرمائش کی گئی تو آپ نے پہلے ایک تمہیدی تقریری ارشاد فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے۔

قبول اسلام میں اصل چیز دل ہے یہاں دل ایک تبدیلی پر رضا

مند ہو جاتا ہے اور کسی بات کو اقرار کر لیتا ہے" بس باقی تمام چیزیں جسم اس کے سوا کچھ نہیں کرتا کہ وہ اس تبدیلی تائید کیلئے وقف ہو جائے۔ ہمیں اسلام کے قدیم اور جدید مبلغوں میں واضح فرق نظر آیا ہے، قدیم مبلغوں وار غیر مسلموں کے دلوں پر تھا، وہ اپنی للّٰہیت، بے نفسی، خوش خلقی اور احسان مروت کی جادو اثر اداؤں سے دلوں کو گرویدہ کرتے تھے اور اس طرح ہزار ہا لوگوں از حد بغیر کسی بحث و تکرار کے ان کے رنگ میں رنگ جاتے تھے، مگر جدید مبلغوں کا سارا زور دماغ کی تبدیلی پر مرکوز ہوتا ہے وہ صداقت اسلام پر ایک دلیل دیتے ہیں، مقابلے میں دوسری حجت غیر مسلم پیش کر دیتے ہیں، اس پر بحث و تکرار شروع ہو جاتی ہے۔ مسلمان اپنی بات پر اڑ جاتا ہے، غیر مسلم اپنے قول پر تن جاتا ہے، اس ضد پیدا ہوتی ہے اور ہدایت ختم ہو جاتی ہے۔

"مبلغین اسلام کو دل متاثر کرنے کیلئے نکلنا چاہئے یا دماغ اس کے فیصلے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم فطرت کی روش کی پیروی کریں۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ فطرت اپنی فتوحات حاصل کرنے کیلئے اپنا تعلق ہمیشہ دلوں سے جوڑتی ہے فطرت کھانے میں لذت پیدا کرتی ہے اور آپ اسے بے اختیار کھا جاتے ہیں، اس وقت ایک بھی شخص دماغ سے یہ نہیں پوچھتا، کیا یہ کھانا طبی لحاظ سے مفید ہوگا؟ آپ ایک ضروری کام پر جا رہے ہیں کہ ناگہاں پھولوں کا ایک گلدستہ خوش نماز میں اور لب جو ایک حسین نظارہ سامنے آجاتا ہے، آپ وہاں بے اختیار بیٹھ جاتے ہیں۔ وہیں ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا آتا ہے اور آپ کو میٹھی نیند سلاتا۔ اس وقت کوئی شخص بھی دماغ سے یہ نہیں پوچھتا مجھے سونا چاہئے یا نہیں؟ مختصر یہ کہ فطرت ہر کام میں اسی طرح دلوں کو گرویدہ کر کے اپنا مطلب نکالتی ہے، وہ دماغوں کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتی، اسلام چونکہ سر بسر نور فطرت ہے،، اس واسطے مبلغین اسلام کو چاہئے کہ اخلاق و محبت کی گہرائیوں سے دلوں کو اس طرح شکار کریں کہ ان کی سرکشی اور انکار کی سکت ہی باقی نہ رہے، اس لئے ضروری ہے کہ مبلغین اسلام اسلامی کیریکٹر کی عظمت کے مالک ہوں تاکہ سرکش سے سرکش آدمی بھی ان کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ باقی رہی دماغی مباحث اور عقلی تکرار تو اس سے نہ تو دل مطمئن ہو سکتے ہیں، نہ منقلب ہو سکتے ہیں اور نہ فطرت رام ہو سکتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ اب دیکھئے کہ دل کی دنیا میں کیسی دلیلوں پر عمل کیا جاتا ہے یہ چند ہی سال کا ذکر ہے کہ یہاں ایک ہندو جج کا نتقال ہو گیا۔ اس کے کچھ عرصے بعد یکا یک یہ خبر مشہور ہوئی کہ ان کی بیوہ مشرف بہ اسلام ہو رہی ہے۔ یہاں کے ہندوؤں کو قدرتی طور پر اس واقعے کی تکلیف ہوئی۔ عورت کے عزیز و اقارب جمع ہوئے اور اسے سمجھانے لگے کہ۔ سب نے مل کر زور ڈالا کہ وہ مسلمان ہونے کے خیال سے دستبردار ہو جائے، لیکن اس کے تمام دباؤ کے باوجود عورت کے ارادے میں ذرا بھی تزلزل نہ آیا،

"عزیزوں کی ناکامی کے بعد دوسرا قدم جو اٹھایا گیا، یہ تھا کی ہندوٗ دھرم کے مذہبی پنڈت اور پیشوا بلائے گئے انہوں نے کتھائیں سنائیں، تاریخی حوالے دیے، مذہبی احکام بتائے، ہندو دھرم کی سچی دلیلیں پیش کیں۔ تعلیم و تعلم کا یہ سلسلہ کئی دن تک جاری رہا، مگر عورت پر ذرا بھی اثر نہ ہوا، اس نے تمام مذہبی احکام سن لئے، آخر میں صرف کہہ دیا کہ میں ضرور مسلمان ہوں گی۔

"اب آریہ سماج کے مبلغ بلائے گئے، انہوں نے مخالفت کا دفتر کھولا، مسلمانوں کے مظالم پیش کئے اسلامی احکام کی تردید کی، مسلمانوں سے نفرت دلائی، اورنگ زیب اور محمود غزنوی کا ذکر چھیڑا، گائے کے نام پر اپیل کی یہ سلسلہ بھی کئی دن تک جارہ رہا، مگر عورت اب بھی اپنے ارادے پر محکم تھی

تیسرا قدم یہ تھا کہ عورت کو ڈرایا گیا، زدوکوب اور قتل کی دھمکی دی گئی۔ خوف کے ساتھ طمع کے مناظر بھی سامنے لائے گئے مگر وہ عورت اب بھی متاثر نہ ہوئی۔

اب سوال و جواب شروع ہوئے۔ عورت سے پوچھا گیا! تم کیوں مسلمان ہوتی ہو؟ یا تمہیں اس دولت کی خواہش ہے؟ عورت نے کہا تم دیکھ رہے ہو میرے گھر میں کسی چیز کی کمی ہے؟

پھر پوچھا گیا: تمہیں کیا کوئی نفسانی خواہش ہے؟"

"تم میری عمر کو دیکھ رہے ہو، میں تو اب چند دن کی مہمان ہوں۔" عورت نے جواب دیا۔

پھر پوچھا گیا۔" کیا کسی مسلمان مولوی یا مبلغ نے تمہیں بہکایا ہے؟"

"میں زندگی بھر کسی مسلمان مولوی یا مبلغ سے نہیں ملی۔" عورت نے جواب دیا۔

"پھر کوئی اسلام کتاب پڑھی ہوگی؟" رشتے داروں نے پوچھا۔

"میں نے کو اسلامی کتاب دیکھی بھی نہیں،" عورت نے کہا اب لوگ متعجب ہوئے اور نہوں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا! پھر تم کیوں مسلمان

ہوتی ہو؟"

عورت نے کہا! "میرے پتی سالوں سال تک سب جج رہے وہ بیسیوں شہروں میں گئے اور میں ان کے ساتھ تھی۔ جس جگہ میں گئی، ہمیشہ اعلیٰ خاندان کی ہندوں عورتوں کے ہمارا تعلق رہا۔ مسلمان عورتیں بھی کبھی ہمارے گھر میں آتی تھیں، مگر یہ سب خدمت گار ہوتی تھیں، کبھی اصطبل کے بہشتی کی بیوی ہمارے ہاں آجاتی تھی، کبھی دھوبن کی لڑکیاں آجاتی، کبھی کسی مسلمان پسنہاری کو ہم خود بلا لیتے تھے، بس اس سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔"

سامعین میں ذرا امید پیدا ہوئی اور انہوں نے کہا! "پھر تو کوئی وجہ نہیں کہ تم مسلمان ہو جائے"۔

عورت نے بیان کیا!

"بے شک، جن عورتوں سے میں ملی، وہ اکثر غریب محتاج اور میلی تھیں، متمول گھرانے کی مسلمان عورتوں سے ملنے جلنے کا مجھے اتفاق نہیں ہوا، مگر ہندو عورتیں جن کے ساتھ رات اور دن میری نشست و برخاست تھی، سب امیر، متمول اور روشن خیال تھیں، اس تفاوت کے باوجود میں نے ہر جگہ ہندو اور مسلمان عورتوں میں ایک واضح فرق دیکھا ہے۔"

اس آخری جملے پر تمام سننے والوں کے دل دھڑکنے لگے، سب کی نگاہیں بے اختیار عورت کی طرف جھک گئیں۔ ہر شخص حیرت و اضطراب کی تصویر بن گیا اور دوسرے جملے کا انتظار کرنے لگے۔ عورت نے اپنے سلسلہء کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا! "فرق یہ کہ جس قدر بھی ہندو عورتوں سے ملی ہوں، ان کے جسموں سے مجھے ایک قسم کی بو ضرور آئی، مگر اس کے ساتھ یہ بھی میں ہر جگہ دیکھا کہ غریب سے غریب مسلمان عورتوں کے جسم میں یہ بو موجود نہ تھی۔ میں اپنے پتی کی زندگی سے لے کر اب تک اس پر غور کرتی رہی ہوں، لیکن سبب معلوم نہیں کر سکی۔ اب چند روز ہوئے، میں نے اس روز کو معلوم کر لیا ہے میں نے معلوم کر لیا ہے کہ مسلمان چونکہ خدا پرست اور ایماندار ہیں اور ان کی روح پاک ہوتی ہے، اس واسطے ان کے جسموں سے بو نہیں آتی، وہ صاف کپڑے پہنیں یا ناصاف، ان جسم ضرور بو سے پاک ہوتے ہیں، لیکن اس کے برخلاف ہندو (جو مشرک ہیں ان کی روح پاک نہیں ہے) اس واسطے خواہ وہ کس طرح قدر بھی صاف اور پرتکلف لباس پہنیں ان، کے جسم بو سے پاک نہیں ہوتے" اس اعلان کے بعد عورت کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں، اس کے چہرے پر جوش ایماں کی سرخیاں دوڑنے لگیں اور اس نے آہ بھری اور بھرائی ہوئی آواز میں اپنے رشتے داروں کو متنبہ کیا" مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو، میں اسلام توحید کے نور سے اپنی روح کو پاک کرنا چاہتی ہوں، اس واسطے ضرور مسلمان ہوں گی۔"

اسی وقت عورت نے غضب ناک رشتے داروں کے سامنے کلمہ پڑھا، وہ عورت کے بیان پر بہت سٹپٹائے، مگر کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔ عورت اپنے اصرار پر قائم رہی اور بالآخر مسلمان ہوگئی۔

☆☆☆

ڈاکٹر صاحب! اب چوتھی کہا؟" میں نے کہا پہلے تمہید سن لیجئے۔"

ڈاکٹر اقبال علیہ الرحمہ نے فرمایا! "شاید بعض لوگ یہ سمجھتے ہوں گے حضرت محمد ﷺ اب، تبلیغ دین نہیں فرماتے۔ ایسا سمجھنا مذہب عشق میں داخل خطا کاری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی کوئی قوت ایسی نہ تھی جس وقتی یا زمانی سمجھا جائے۔ حضور ﷺ قیامت تک کیلئے پیشوائے انسانیت ہیں، اس کے معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ کا جلال بھی قیامت تک کارفرمائی کرے گا اور جمال بھی۔ آپ قیامت رک کے مجاہد ہیں، قیامت تک کے مبلغ ہیں، قیامت تک کے مصلح ہیں، اور قیامت تک رحمۃ للعلمین ہیں، بلکہ اس سے بھی آگے، بہت دور تک، حضور کی شخصیت مبارک موجود ہو یا نہ ہو، حضور کا روحانی فیض آپ کے وجود یا وجود ہی کی طرح زندگی کے ہر میدان میں کارفرما رہتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہماری روحانیت اس قدر لطیف نہیں کہ اپنے زندہ رسول ﷺ کے زندگی بخش فیوض کے عمل و دخل کو محسوس کر سکیں۔ اگر کوئی اندھا سورج کو محسوس نہیں کرتا تو اس سے سورج کی عدم موجودگی ثابت نہیں ہو سکتی۔

"سوال صرف روحانی مناسبت کا ہے، جہاں کوئی روح مناسب قابلیت حاصل کر لیتی ہے، اس پر اسی وقت بلا تاخیر رسول اللہ ﷺ کے روحانی فیض کا آفتاب طلوع ہو جاتا ہے اور اسی وقت وہ محسوس کر لیتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ بنفس نفیس جہاد کر رہے ہیں، تبلیغ بھی فرما رہے ہیں اور بھولے ہوئے کو راستے بھی بتا رہے ہیں اور گرتے ہوئے گنہگاروں کو تھام بھی رہے ہیں۔

"اب آپ رسول اللہ ﷺ کے فیض روحانی کی کارفرمائی کو

واقعاتی رنگ میں دیکھیں۔"

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا" کچھ عرصہ ہوا، ایک دولت مند، تعلیم یافتہ، روشن خیال اور کاروباری ہندو، مولانا اصغر علی روحی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کے پاس آیا۔ اس نے مولانا سے درخواست کی' آپ ایک الگ کمرے میں آجائیں'۔

مولانا کی اس درخواست کے مطابق تنہا کمرے میں چلے آئے اور فرمایا" کیا ارشاد ہے؟"

مولانا نے اسلام کی تلقین کی خدا کی وحدت اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا اور پوچھا" آپ اس طرح تنہائی میں کیوں داخل اسلام ہوئے؟"

نو وارد نے بیان کیا" میں نے کوا اسلامی کتاب نہیں پڑھی، کسی مسلمان عالم سے اسلام کو نہیں سمجھا، لیکن خوش قسمتی سے کئی مرتبہ مجھے حضرت محمد ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی ہے، اب میں حضور ﷺ کی محبت میں بے تاب ہوں اور اسلام قبول کرنے پر مجبور ہوں"۔

مولانا نے پوچھا!" پھر آپ فیروز پور سے چل کر لاہور کیوں آئے اور کھلے بندوں کیوں اسلام قبول نہ کیا۔

نو وارد نے اس سوال کے جواب میں اپنی تعلیم، ملازمت اور جائیداد وغیرہ کے حالات مولانا کے سامنے بیان کئے اور کہا!" ان حالات کی بنا پر میں اعلان نہ کرنے سے مجبور ہوں لیکن میں آپ کو اپنے اسلام پر گواہ بنانے آیا ہوں، میں اللہ کی وحدت اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت پر یمان لاتا ہوں، آپ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے ایمان کی شہادت دیجئے۔ میری یہ عرصے سے آرزو تھی کہ میں اس دنیا میں کسی ایک مسلمان کو اپنے ایمان کو گواہ بنالوں، خدا کا شکر ہے کہ آج میں یہ آرزو پوری ہوئی۔" ڈاکٹر صاحب نے فرمایا!" ان چاروں واقعات سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ خداوند پاک کیسے کیسے نامعلوم دروازوں سے خلق خدا کو اسلام کیطرف کھینچ رہا ہے۔ یہ چاروں واقعات مجھے معلوم تھے۔ ملک کے ہر حصے میں اسی قسم کے صدہا واقعات روزمرہ پیش آرہے ہیں، ایسے تمام واقعات کو ایک کتاب میں جمع کر دیا جائے تو اس اشاعت اسلام کے کام کو بیحد تقویت حاصل ہوسکتی ہے۔

سوچ اور عمل

اے ایم انصاری (شکر گڑھ

یاد رکھئے:..................!

کسی انسان کی کامیابی کا انحصار اس کی سوچ اور عمل پر ہے۔ انسان اچھی سوچ اور حسن عمل سے اپنی زندگی کو رشک صد بہاراں بنا سکتا ہے۔ اور منفی سوچ بدعملی سے اپنی زندگی کو تباہ و برباد بھی کر سکتا ہے

کسی کام کو کرنے کا ذہن میں خیال اور دل میں ارادہ "نیت" کہلاتا ہے اور "عمل" ہماری اس سوچ و نیت کا ظہور ہے، ہم کسی بھی کام کو کرنے سے پہلے اس کام کے متعلق سوچتے ہیں، دل میں اس کام کو کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور بعد میں بذریعہ "عمل" اس کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

انسان کے جملہ اعمال و افعال اور حرکات و سکنات (مثبت منفی) اس کی سوچ اور نیت، ردعمل ہیں، یعنی انسان کے اچھے برے اعمال کا انحصار اس کی نیت پر ہے، انسان جیسا سوچتا ہے جیسی نیت کرتا ہے اس کا اعضا اس کے تابع ہونے کی وجہ سے ویسا ہی عمل کرتا ہیں۔ انسا اپنی سوچ کا آئینہ ہے وہ جیسا سوچتا ہے کہ، ویسا ہی بن جاتا ہے،

عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اچھا اور مثبت سوچیں، اچھے اور نیک کاموں کی نیت کریں تاکہ ہمارے اعضائے جسم سے برے افعال سرزد نہ ہوں، بد نیت اور بدعمل لوگوں کی اس دنیا میں بھی پزیرائی نہیں کی جاتی اور آخرت میں بھی ان سے نفرت کی جائے گی۔ نیک خیال، اچھی سوچ اور صالح اعمال والوں کیلئے اس دنیا میں بھی عزت و کامیابی ہے اور آخرت میں بھی مغفرت و اجر عظیم ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ۔" جسے حکمت و دانش عطا ہوئی، اسے خیر کثیر مل گئی"۔ حکمت اور دانائی کا مل جانا ہمارے لئے اس صورت میں خیر کثیر بہت فائدے والا) ثابت ہوگا جب ہم عقل اور حکمت کی روشنی میں اچھے برے کاموں کی تمیز کریں۔ اچھی باتوں کی پہچان کرکے، ان کو اپنائیں اختیار کریں اور برے کاموں سے، بری باتوں سے نفرت کریں۔ اگر انسان اچھے اور برے کاموں میں تمیز نہیں کرتا یا تمیز کرنے باوجود بھی برے کام کرتا ہے۔ اچھی باتوں کو اختیار نہیں کرتا، تو اسکی عقل بے فائدہ، حکمت بے نتیجہ ہے۔

اپنی سوچ کو نیت کو، نیک، پر خلوص اور مثبت بناؤ، تاکہ ہمارے اعضائے جسمانی سے مثبت اور ستودہ محمودہ افعال سرزد نہ ہوں، ہم برائیوں سے بچتے رہیں، یہی عقلمندی کا تقاضا ہے، یہ رہ راستی ہے اور یہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل ہے۔

یاد رکھئے!......انسان کی کامیابی و ناکامی میں اپنی زندگی میں بہار و خزاں کا انحصار اس کی سوچ اور عمل پر کئے، انسان نیک نیتی اور حسم عمل سے اپنی زندگی کو رشک صد بہاراں بنا سکتا ہے۔ اور بس نیتی سے بدعملی سے اپنی زندگی کو تباہ و برباد بھی کر سکتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم زندگی کے ہر مرحلے پر خلوص نیت اور حسن سلوک کا مظاہرہ کریں۔ ہماری کامیابی، بہتری اور نجات اسی بات میں ہے۔

میلاد شریف
اور بعض روایات

ایک کتاب..................ایک تحریک

☆......حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب...............کا تحقیقی وفکری شہکار

☆......ابوالکلام آزاد کی ایک زہریلی تحریر کا تعاقب جو بہت سی غلط فہمیوں کو دور کردے گا۔

☆......ربیع الاول شریف کے حسین لمحوں میں نیازمندان رسالت کیلئے حسین تحفہ

☆......میلاد شریف کے موضوع پر ایک منفرد اور لاجواب کتاب

دوسرا ایڈیشن

ہدیہ: 50روپے

منگوانے کا پتہ

مکتبہ نقش لاثانی .... محلّہ نقش لاثانی نگر شکر گڑھ

فون نمبر: 04344 451734

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم میلاد کے حسین موقع پر

آٹھویں سالانہ
عظیم الشان

میلاد کانفرنس

نماز عصر تا 12 بجے رات

مورخہ 20 اپریل بروز (اتوار)
جامع مسجد نور چھمال روڈ شکر گڑھ

خصوصی نعت
ڈاکٹر غلام مرتضیٰ نقیبی
جہلم

حافظ عبدالرزاق
پورن (شکرگڑھ)

تعاون
مولانا افضل قادری صاحب
(شکرگڑھ)

صدارت
پیر سید ظفر اقبال شاہ
علی پور شریف

قیادت
پروفیسر محمد حسین آسی
شکرگڑھ

خطاب
پیر سید فدا حسین شاہ
حافظ آبادی

خطاب
ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
لاہور

مہمان خصوصی
جناب شجاعت علی مجاہد
سیالکوٹ

تلاوت
جناب قاری شان رضا
(شکرگڑھ)

نقابت
غلام مصطفیٰ
شکرگڑھ

نظامت
پروفیسر محمد محبوب عارف
چونڈہ

نعت
حافظ اعجاز حسین
(شکرگڑھ)

منجانب: ادارہ تعلیمات مجددیہ / بزم لاثانی تحصیل شکر گڑھ